ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

37

www.tanzeem.org

24 تا 30 رمضان المبارک 1430ھ/ 15 تا 21 ستمبر 2009ء

قوت برداشت کا امتحان

حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہت دشوار کام ہے۔ یہ آدمی کی بہترین صلاحیتوں کو نچوڑ لیتا ہے۔ اس میں قدم قدم پر انسان کی قوتِ برداشت کا امتحان لیا جاتا ہے اور اسے سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کام کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس میں مصائب کو جھیلنے کی طاقت ہو، جو چوٹ پر چوٹ کھانے کے باوجود دین پر جمنے کی استطاعت رکھتا ہو، جسے شاہان وقت کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں باک نہ ہو۔ جس کے عزم وحوصلہ کا یہ عالم ہو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے سچائی کے اظہار سے باز نہ رکھ سکے اور جس میں اتنی جرأت اور ہمت ہو کہ بڑے سے بڑے جبار اور ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنی خواہشات نفس پر غلبہ پائے اور احکامِ الٰہی کے تابع ہو جائے، کیونکہ جس شخص میں اپنے نفس کی خواہشات پر غالب آنے کی صلاحیت نہیں ہے، وہ دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ صبر کا وصف ان تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ جس شخص میں صبر کا وصف ہے، وہ اس قابل ہوگا کہ سخت ترین حالات میں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دے سکے اور مسلسل انجام دیتا رہے۔ لیکن جو شخص اس وصف سے محروم ہے وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اور اگر کبھی اس کی ہمت کر بھی گزرے تو ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

معروف ومنکر

سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

عیدِ آزاداں شکوہ ملک ودیں

کائنات کے اصل حقائق

امیر تنظیم کا پیغام عید رفقاء تنظیم کے نام

احتساب، محض نعرہ بن کر نہ رہ جائے

لیلۃ مبارکہ اور شب براءت

عید الفطر: مسلمانوں کے لیے شکرانے کا دن

صلیبی یلغار
افغانستان وعراق تک محدود نہیں

یوم دفاع اور قرآن

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (389)

سورۃ الاعراف

(آیات:172تا174)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَاَشۡہَدَہُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی ۚۛ شَہِدۡنَا ۚۛ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ ہٰذَا غٰفِلِیۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّۃً مِّنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ۚ اَفَتُہۡلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾ وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وَلَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۷۴﴾ ﴾

”اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی تو اُن سے خود اُن کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی اُن سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے، کیوں نہیں، ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)۔ (یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔ یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ اور ہم تو اُن کی اولاد تھے (جو) اُن کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے، اُس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ رجوع کریں۔“

یہاں اُس مکالمے کا ذکر ہو رہا ہے جو عالم ارواح میں انسانی روحوں کے ساتھ ہوا، جب ہمارے پروردگار نے تمام بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی نسل کو نکالا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب جسم ابھی وجود میں نہ آئے تھے۔ یہ پہلی تخلیق تھی۔ قرآن کے اوّلین مخاطب عرب تھے، جو اُس وقت کی استعداد کے اعتبار سے اس معیار پر نہ تھے کہ اس طرح کی باتوں کی حقیقت جان سکیں، لہٰذا قرآن میں عام فہم الفاظ استعمال کیے گئے کہ جتنے بھی انسان دنیا میں آنے والے تھے، اُن کی ارواح وہاں موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات کے اوپر خود گواہ بنا کر سوال کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم اس کا اقرار کرتے ہیں، ہم اس پر گواہ ہیں۔ کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ سورۃ المائدہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ تمہارے پاس ہمارا بشیر اور نذیر آیا، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔ یہ دراصل بنی اسرائیل پر اتمام حجت تھی۔ اب بنی اسماعیل پر اتمام حجت کی گئی ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان رسول بھیجا اور کتاب نازل کی، اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی، اگر ہم پر نازل کی گئی ہوتی تو ہم اُن دونوں سے بڑھ کر فائدہ اٹھاتے۔

عہد الست کی بنیاد پر ہر شخص ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ نبوت، کتابیں اور وحی سے اتمام حجت اضافی شے ہے۔ اگر کوئی کتاب نہ بھی آتی اور رسول نہ بھی بھیجے جاتے، تب بھی محاسبۂ اخروی کے لیے روح انسانی سے لیا گیا یہ عہد حجت تھا، اسی لئے عہد الست کے ذکر کے بعد فرمایا، مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے، یا تم یہ کہو کہ ہمارے آباء و اجداد نے پہلے شرک کیا تھا اور ہم تو اُن کی نسل میں تھے، لہٰذا اصل جرم تو اُن کا ہے، ہمارا نہیں۔ تو کیا پروردگار تو ہمیں ہلاک کر دے گا، اُن لوگوں کے فعل کی وجہ سے جنہوں نے یہ باطل ایجاد کیا۔ ہم تو اُن کے پیروکار تھے۔ اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں، تاکہ لوگ غور کریں اور سوچیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جاہلیت کے چار کام

عَنۡ اَبِیۡ مَالِکِ الۡاَشۡعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اَرۡبَعٌ فِیۡ اُمَّتِیۡ مِنۡ اَمۡرِ الۡجَاھِلِیَّۃِ لَا یَتۡرُکُوۡنَھُنَّ اَلۡفَخۡرُ فِی الۡاَحۡسَابِ وَالطَّعۡنُ فِی الۡاَنۡسَابِ وَالۡاِسۡتِسۡقَاءُ بِالنُّجُوۡمِ وَ النِّیَاحَۃُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اُمت میں جاہلیت کے چار کام باقی ہیں، جن کو اُمتی نہ چھوڑیں گے: حسب پر فخر کرنا، نسب میں رخنے نکالنا، تاروں سے پانی مانگنا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔“

یعنی کفر کی یہ چار رسمیں مسلمانوں میں جاری رہیں گی۔ اپنے بزرگوں کے کاموں پر اور اپنی امارت و ثروت پر فخر کرنا کہ ہمارے فلاں بزرگ ایسے تھے۔ فلاں ایسے بہادر سپاہی تھے اور فلاں ایسے امیر تھے۔ دوسروں کے نسب میں رخنے نکالنا کہ فلاں کا پردادا غلام تھا۔ فلاں کی نانی فلاں کی لونڈی تھی یا باہر سے آئی تھی اور فلاں ایسا ویسا ہے۔ تاروں سے پانی مانگنا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں تارا جب فلاں جگہ آئے گا تو بارش ضرور ہو گی۔ مردوں پر ارمان کر کے رونا۔ یہ چاروں رسمیں جاہلیت کی ہیں لیکن مسلمان اپنی جہالت کی وجہ سے ان کو نہیں چھوڑتے۔ بڑی بے شرمی کی بات ہے کہ مسلمان ہو کر جہالت کی رسموں پر عمل کیا جائے۔

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — 24 تا 30 رمضان المبارک 1430ھ — 15 تا 21 ستمبر 2009ء — شمارہ 37

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک ودیں - عیدِ محکوماں، ہجومِ مومنیں

عید کے لغوی معنی چاہے کچھ بھی ہوں، بار بار لوٹ آنے والا دن یا خوشیوں کے بار بار لوٹنے کا دن، لیکن برصغیر میں اِس دن کو بلا امتیازِ مذہب انتہائی خوشی اور خوش نصیبی سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ جب ہندوستان میں فارسی کا طوطی بولتا تھا، سرکاری زبان فارسی تھی، اچھی فارسی لکھنا پڑھنا ادبیت یا دانشوری کا سراغ دیتی تھی تو خوش فہم قسم کے سائلوں کو یہ جواب بھی سننا پڑتا تھا "ہر روز عید نیست کہ حلوہ خوردن"۔ پھر جب شاہ جہاں نے عربی، فارسی، ہندی اور پنجابی کا مصالحہ ڈال کر اُردو نامی چاٹ تیار کی تو خوشی اور عید ہم معنی الفاظ ٹھہرے۔ جب فارسی زبان کا دیس نکالا ہوا تو اُردو کی عید ہو گئی۔ شاید اس لشکری زبان کا اثر ہے کہ پاکستان نے اِسے قومی زبان قرار دیا تو طالع آزماؤں نے جمہوری حکومتوں پر شب خون مارنا اپنا قانونی حق جانا۔ بہرحال اُردو کا ذکر تو جملہ معترضہ کے طور پر آ گیا تھا، بات عید کی ہو رہی تھی۔ عید کیا ہے؟ یہ آخرت کے لیے محنت کرنے والوں کا دُنیوی اجر ہے۔ علاوہ ازیں اِس میں اندرونی سکون اور روحانی خوشی کی صورت میں اُخروی اجر کی معمولی جھلک بھی موجود ہے جو روزہ دار پر ظاہر کی جاتی ہے۔ اِسے عید الفطر کہا جاتا ہے۔ فطرہ بندوں کا حق ہے اور دوگانہ نماز اللہ ربّ العزت کا شکر ادا کرنا ہے کہ اُس کی توفیق سے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ فطرانہ نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا ہو گا۔ گویا اللہ ربّ العزت نے اپنے غریب اور نادار بندوں کے حق کو اپنے حق (نماز دوگانہ) پر فائق کر دیا۔ عید کے روز چھوٹی بچیوں کا گانا بجانا اور شرعی حدود کے اندر کھیل تماشا دیکھنے کو بھی سندِ نبوی حاصل ہے۔

عید کا لفظ قرآن پاک میں صرف ایک جگہ سورۃ المائدہ کی آیت 114 میں آیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) "عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لیے (وہ دن) عید قرار پائے، ہمارے اگلوں اور پچھلوں (سب) کے لیے اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے، تو بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اگلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے فرماتا ہے: (ترجمہ) "اللہ نے فرمایا میں تم پر ضرور خوان نازل فرماؤں گا، لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا، اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اہل عالم میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا"۔ اس سے اللہ رب العزت کی یہ سنت ہمارے سامنے آئی کہ جب وہ مانگنے اور طلب کرنے پر کوئی شے روٹین اور نارمل طریقے سے ہٹ کر عطا کرتا ہے تو پھر اُس قوم کی بدعملی اور کفرانِ نعمت یا بدعہدی پر اُس کی گرفت اور پکڑ بھی انتہائی شدید اور زبردست ہوتی ہے۔ پھر اُس سزا کو عام دنیوی پیمانوں سے ناپنا اور تولنا حماقت ہو گی۔

یقین کیجیے، پاکستان کا قیام بھی سیاسی معجزہ ہے۔ 1940ء تک پاکستان بحیثیت ایک ریاست مسلم لیگ کا مطالبہ بھی نہیں بن سکا تھا۔ مشہور زمانہ تاریخی قرارداد لاہور میں پاکستان کا نام تک نہیں تھا۔ انگریز حکمران پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ اور ہندو اکثریت کا بے تاج بادشاہ اور انتہائی ٹھنڈے مزاج کا حامل مہاتما گاندھی کہہ رہا تھا پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ پھر بھی سات سال میں بے دست وپا اور وسائل سے تہی دامن مسلم اقلیت نے پاکستان بنا دیا۔ ہر قسم کے تعصبات کو الگ رکھ کر سچ بتایئے، عقلی سطح پر یہ ممکن تھا؟ ہرگز ہرگز نہیں، ہم نے اللہ سے التجا کی کہ ہمیں ہندو سے الگ ایک آزاد ریاست عطا فرما دے، ہم اُس میں تیرا دین نافذ کریں گے۔ ہمارے بعض عقلیت پسند فرماتے ہیں کہ قائداعظم کا ☞

مقصد کبھی ایک اسلامی ریاست کا قیام نہیں تھا بلکہ وہ مسلمانوں کا ایک الگ ملک چاہتے تھے تاکہ ہندو کے استحصال سے بچا جا سکے۔ اور "پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ چند چھوکروں نے لگایا تھا، مسلم لیگ نے کبھی اس نعرے کو نہیں اپنایا تھا۔ اور اپنے استدلال کی ساری عمارت قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر پر کھڑی کرتے ہیں، حالانکہ 25 جنوری 1948ء کو خود قائداعظم نے سیکولر طبقہ کی اس کھینچ تان کو شرپسندی اور تخریب کاری قرار دیا اور انہوں نے قرآن پاک کو پاکستان کا آئین قرار دیا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ تحریک پاکستان کو اگر اسلام کا "تڑکا" نہ لگتا تو وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکتی۔ اب اگر ہم اللہ سے کیے گئے اس عہد سے منحرف ہوتے ہیں تو اللہ کی انتہائی شدید پکڑ اور گرفت سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یاد رہے، اللہ اپنی سنت تبدیل نہیں کرتا۔

ہم قرآن کو ایک لافانی کلام قرار دیتے ہیں، اسے حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ایسا معجزہ قرار دیتے ہیں جو تا قیامت قائم رہے گا۔ یہ معجزہ اس لیے بھی ہے کہ اگلوں اور پچھلوں کی خبریں دیتا ہے اور ہر وقت انہیں رہنمائی دیتا ہے۔ یہ اس ہستی کا کلام ہے جس کے ناموں میں سے ایک نام "العادل" ہے۔ وہ دو قوموں کے ایک جیسے رویے پر مختلف نتائج کیسے برآمد کرے گا! پھر یہ کہ ہمیں مصور پاکستان اور مفکر اسلام علامہ اقبال بھی پیشگی انتباہ کر چکے ہیں۔ ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اور یہ بھی یاد رہے، حشر میں معاملہ فرداً فرداً ہوگا لیکن اقوام کا قصہ زمین پر ہی چکا دیا جاتا ہے۔ ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ خوشی کے اس موقع پر رنگ میں بھنگ ڈالیں، صرف اتنی گزارش ہے کہ آیئے اپنے عہد کی طرف لوٹیں۔ آیئے، تجدید عہد کریں کہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا کر دم لیں گے۔ موقع بڑا مناسب ہے، ماہ رمضان نے ہماری روحانی قوت میں اضافہ کیا ہے، نفسانی خواہشات کو کنٹرول کرنے کا سلیقہ عطا کیا ہے۔ عیدِ مومناں تو تب ہی ہوگی جب مملکت خداداد پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنے گی۔

آج صورت حال یہ ہے کہ امریکہ ہمیں غلامی کے پنجے میں جکڑ کر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سیکولرازم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ لہٰذا مومنین پاکستان کی عید اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ امریکہ سے سیاسی، معاشی، معاشرتی، نفسیاتی اور نظریاتی آزادی حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی وقت کے لیے مصور پاکستان نے کہا تھا۔ ؎

عید آزاداں، شکوہِ ملک و دیں
عید محکوماں، ہجومِ مومنیں!

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب (یعنی 17 اور 18 ستمبر کی درمیانی رات) کو بعد نمازِ عشاء

جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن لاہور میں

ایک عظیم الشان **جلسہ تجدید عہد** منعقد ہوگا'

جس میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر مؤسس و بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

حسب ذیل موضوع پر مفصل خطاب ارشاد فرمائیں گے:

پاکستان کے وجود کو لاحق داخلی اور خارجی خطرات و خدشات:
اور ان سے نبرد آزمائی کا صحیح طریق کار!

دینی حمیت کے حامل' اور سلطنتِ خداداد پاکستان سے دلی محبت رکھنے والے حضرات سے پابندیٔ وقت کے ساتھ' جوق در جوق احباب و رفقاء کی معیت میں شرکت کی درخواست ہے!

(نوٹ)

1۔ نمازِ عشاء کے لیے جماعت ٹھیک 9 بجے کھڑی ہو جائے گی۔ بہتر ہوگا کہ وضو گھر سے کر کے تشریف لائیں۔
2۔ اس کے بعد بیس رکعات تراویح ادا کی جائے گی! (بغیر دورۂ ترجمہ) (ختم دورۂ ترجمۂ قرآن اٹھائیسویں شب کو ہوگا)
3۔ اور اس کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کا خطاب شروع ہو جائے گا جو دو گھنٹے طویل ہو سکتا ہے! (اس کے لیے ذہناً تیار ہو کر آئیں!!) اور
4۔ اس کے بعد نمازِ وتر میں مفصل دعائے قنوت مانگی جائے گی! 5۔ خواتین کے لیے باپردہ شرکت کا اہتمام ہوگا

تنظیم اسلامی کے رفقاء و احباب کے لیے ایک خوش کن خبر

لاہور کے مضافات میں "مین ملتان روڈ پر" ٹھوکر نیاز بیگ سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر

تنظیم اسلامی کے مرکز "دارالاسلام"

میں اللہ کے فضل و کرم سے اور اس کی تائید کے بھروسے پر تعمیرات کے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے،

- پہلے مرحلے میں تنظیم کے سیکریٹریٹ کے قیام کی خاطر ایک کشادہ Basement کی تعمیر کے علاوہ، جس کے اوپر مسجد ہال کی تعمیر کا پروگرام ہے، امیر تنظیم، مرکزی ناظمین اور مرکز کے ہمہ وقتی کارکنان کے لئے ناگزیر فیملی رہائش گاہیں اور دیگر عملے کے لئے ہاسٹل اور میس کی عمارت اور مہمان خانے کی تعمیر بھی شامل ہے۔

علاوہ ازیں.....

- جامع مسجد، دارالاسلام کی تعمیر کے لئے رفقاء کی جانب سے خصوصی انفاق کی فراہمی پر مسجد کی تعمیر کا کام بھی فی الفور شروع کرنے کا ارادہ ہے....... السعی منا والاتمام من اللہ

"مرکزی اجتماع گاہ"

بحمد اللہ بہاولپور کے مضافات میں سالانہ اجتماع کے انعقاد کے لئے حاصل کی گئی اراضی پر بھی ضروری تعمیرات کا کام تیزی سے جاری ہے۔ پہلے مرحلے میں ٹائلٹ، غسل خانوں اور وضو خانوں کے علاوہ، ناگزیر دفتری ضروریات کے لئے چند کمرے بشمول ڈسپنسری، سٹور اور دو فیملی کوارٹرز کی تعمیر پیش نظر ہے۔

ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ خصوصی انفاق کر کے 70 گنا زیادہ ثواب کمانے کے اس موقع سے فائدہ اٹھایئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی، فون رابطہ: 36316638-36366638

امت مسلمہ جن بڑے مسائل کا شکار ہے، ان سے چھٹکارا کے ضمن میں
ہمیں اصل رہنمائی سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف سے ملتی ہے

کائنات کے اصل اور عظیم تر حقائق اور قرآن مجید کا پیغام

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے ایک خطاب جمعہ سے ماخوذ

اس وقت امت مسلمہ جن بڑے بڑے مسائل کا شکار ہے، ان کے ضمن میں اصل رہنمائی سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف سے ملتی ہے۔ اگر ایک شخص اسلام پر عمل کرنا اور ایمان کے تقاضوں پر پورا اترنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اہم ترین معاملہ یہ ہے کہ اس کی فکر کا قبلہ درست ہو، تبھی اس کا عمل صحیح پٹڑی پر چڑھ سکے گا۔ اس وقت پورے عالم اسلام میں فکری سطح پر جو انتشار ہے، مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات کے جو کانٹے چبھے ہوئے ہیں، اصل میں انہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ان سورتوں کے مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ جس فتنے سے ہم آج گزر رہے ہیں، یہ اصل میں دجالی فتنہ ہے۔ قرب قیامت میں رونما ہونے والے حق و باطل کے معرکوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس دور کے حوالے سے احادیث میں واضح اشارات موجود ہیں اور ان احادیث کا مصداق اب معلوم ہو رہا ہے۔ اس وقت تو سمجھانے کے لئے علامتی انداز میں بات کی گئی تھی، اس کی عملی حقیقت اب ہمارے سامنے آ رہی ہے۔

پھر یہ کہ دجالی تہذیب اصل میں ابلیسی تہذیب ہے۔ یہ وہی معاملہ ہے جو ابلیس نے اللہ تعالیٰ کو چیلنج کیا تھا کہ:

> ”میں تیری صراط مستقیم پر گھات لگا کر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے، اور تو ان کی ایک عظیم اکثریت کو شکر گزاروں میں سے نہیں پائے گا“۔ (الاعراف:16،17)

ابلیس نے قیامت تک مہلت بھی حاصل کی اور اللہ نے اسے پورا موقع دے دیا۔ اس سے درحقیقت انسان کا امتحان مقصود ہے۔ اگر اللہ نے انسان کو مسجود ملائکہ بنایا ہے، اسے اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا ہے تو انسان کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ واقعی اس منصب کا اہل ہے۔ وہی شیطان جب منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا عظیم ترین کامیابیوں تک پہنچے گا تو اس کا نام دجالی فتنہ قرار پائے گا، جو آج کل ہے۔ اب سائنس اور ٹیکنالوجی کی ساری ترقی بھی ابلیس کی پشت پر ہے۔ جو اقوام سائنس اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے عروج پر ہیں، وہ اسی ابلیسی نظام کی دعوے دار ہیں۔ یہ ہے وہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں۔

ایک اہم سوال یہ بھی تھا کہ اس سائنسی ترقی نے دجالیت کی شکل کیوں اختیار کی! سائنسی ترقی فی نفسہ تو خدا کا انکار نہیں کرتی۔ مسلمانوں نے بھی سائنسی ترقی کی تھی، وہ تو الحاد کے رستے پر نہیں نکلے تھے۔ اس دور میں جو ترقی ہوئی ہے، یہ دجالیت کی علم بردار کیوں بن گئی ہے، اس کا سبب بھی آ گیا کہ یہ اصل میں عیسائیوں کے الوہیت مسیح کے عقیدے کے نتائج ہیں جو نوع انسانی بھگت رہی ہے۔ اس پر پاپائیت کا استحصالی نظام وجود میں آیا، جس کے باعث عیسائیوں کے دلوں میں مذہب سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھر گئی۔ توحید کو بدترین شرک میں بدل دیا گیا۔ اسی شرک سے مادہ پرستانہ سوچ نے جنم لیا۔ یہ نقطہ نظر راسخ ہو گیا کہ

> **تاریخ میں نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے اللہ کے خلاف جو سب سے بڑی بغاوت ہوئی ہے، اس نظام کے منصوبہ ساز یہودی ہیں**

اصل شے مادہ ہے، اللہ نہیں۔ فکری سطح پر یہ شرک فی الصفات کی بدترین صورت ہے۔ اسی مادہ پرستی کا منطقی نتیجہ دنیا پرستی، دولت پرستی اور خود غرضی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اگر ذہنی حقائق کے اعتبار سے ”سب سے پہلے پاکستان“ کا نعرہ صحیح سمجھا جائے جو سابق آمر پرویز مشرف نے متعارف کرایا تو پھر اس سے بھی زیادہ فوقیت ”سب سے پہلے پنجابی“ یا پھر ”سب سے پہلے لاہوری“ کے نعروں کو حاصل ہو گی۔ اسی اصول کو اگر نیچے کی طرف لے جایا جائے تو ”سب سے پہلے میں“ پر بات رکتی ہے۔ اسی کا نام خود غرضی ہے۔ مفاد پرستی اور دولت پرستی کے آگے ہر چیز قربان ہے۔ پوری دنیا میں دجالیت نے ہمہ گیر شکل اختیار کر لی ہے۔ اس سے بچنے کا راستہ کون سا ہے، اس کی طرف سورۃ الکہف کی 27 ویں آیت میں اشارہ دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کی جائے۔ اس سے دل میں یقین پیدا ہوگا اور انسان کو نہ صرف اپنی اصل حقیقت معلوم ہو گی بلکہ کائنات کی حقیقت بھی اس پر منکشف ہو گی۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اپنے آپ کو اللہ والوں کی صحبت میں رکھو۔ اللہ والے وہ لوگ ہیں جن کی نگاہیں اس مادی ترقی سے چکا چوند نہیں ہوتیں۔ وہ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ صرف یہی لوگ اس دجالی تہذیب سے بچے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ شامل کرو۔ قرآن مجید کی تلاوت کے حوالے سے ایک حدیث مبارکہ کا بھی ذکر ہو جانا چاہئے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ”دلوں پر زنگ آ جاتا ہے، جیسے کہ لوہے پر اگر پانی پڑتا رہے“۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! اس زنگ کا علاج کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ”موت کو کثرت سے یاد رکھنا اور کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا“۔

انہی سورتوں کے مطالعہ اور ان سے متعلقہ احادیث وفرامین نبویؐ سے اس دجالی دور کے حوالے سے ایک اور اہم حقیقت کھلتی ہے کہ دنیا کا آخری دور آ رہا ہے۔ اس ضمن میں تمام آسمانی مذاہب کے ہاں پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ پوری دنیا میں مانا جا رہا ہے کہ یہ آخری وقت ہے۔ چنانچہ اس دور میں حق و باطل کے درمیان جو فیصلہ کن

معرکے ہو رہے ہیں، یا آئندہ ہونے ہیں، ان میں اصل فریقین کو پہچاننا ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل حق تو مسلمان ہی ہیں۔ اس زمین پر وہی اللہ کے نمائندے ہیں۔ آیا ہم اللہ کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے

> **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**
> **”(اے مسلمانو!) ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، پھر اللہ نے انہیں خود اپنی ذات سے بھی غافل کر دیا“**

ہیں یا نہیں، یہ ایک الگ بحث ہے۔ اہل باطل میں اہم ترین فریق جو قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے وہ یہودی ہیں۔ سورۃ المائدۃ کی آیت 82 میں فرمایا گیا: ”تم مسلمانوں کا سب لوگوں سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے“۔ اس وقت صحیح معنوں میں ابلیس کے ایجنٹ یہودی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ وہ ابلیس کی طرح اپنے آپ کو پوری نوع انسانی سے برتر سمجھتے ہیں اور خاص طور پر اہل حق یعنی مسلمانوں سے تو انہیں شدید حسد اور بغض بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ نوع انسانی کی تاریخ میں نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے اللہ کے خلاف جو سب سے بڑی بغاوت ہوئی ہے، اس نظام کے منصوبہ ساز بھی یہودی ہیں۔ سیکولر ڈیموکریسی کا تصور انہی کا دیا ہوا ہے۔ سود کو پوری دنیا میں انہوں نے عام کیا ہے۔ بے حیائی اور مادر پدر آزاد معاشرت کو انہوں نے فروغ دیا ہے۔ چنانچہ دجالی تہذیب کے سب سے بڑے علمبردار اور شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ اس حقیقت کو پہچاننا چاہئے۔ آج اسلام میں جس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی بات ہو رہی ہے، اس میں ایک سطح پر یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ تمام آسمانی مذاہب ایک ہی ہیں۔ سب اللہ کو مانتے ہیں، چنانچہ دوسروں کو غلط اور خود کو حق پر سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی عزت کی جانی چاہئے۔ حکومت اس کو باقاعدہ ایک فلسفہ کے تحت اختیار کر رہی ہے اس لئے کہ یہود و نصاریٰ کو اسی قسم کا اسلام پسند ہے۔ ہم بدقسمتی سے ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اس وقت اہل حق یعنی اسلام کے خلاف عالمی مہم میں یہود و نصاریٰ اکٹھے ہیں۔ اصل قوت یہود کی ہے جبکہ عیسائی دنیا کو انہوں نے سامنے رکھا ہوا ہے۔

اس معرکے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے، اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاً مسلمانوں کا مقابلہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوگا۔ بالآخر تو فتح مسلمانوں ہی کی ہونی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے مسلمانوں کی سخت ترین پٹائی ہونی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جیسی گوشمالی یہود کی ہوئی، اسی طرح اس امت کی بھی ہونی ہے۔ بہت شدید عذاب آنے والا ہے۔ الملحمۃ العظمیٰ کا اصل میدان مشرق وسطیٰ ہوگا۔ مسلمانوں کو اس مغضوب علیہم قوم کے ہاتھوں سزا ملے گی۔ اہل حق کو اپنی عزیمت، استقامت اور قربانیوں کی ایک تاریخ رقم کرنی پڑے گی۔ پھر اللہ کی مدد آئے گی۔

اس کے بعد سورۃ الکہف میں فتنہ یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ اسے بھی ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک ایسا لیڈر فراہم کر دے گا جس کی زیر قیادت دجالیت کے امام بالآخر شکست کھا جائیں گے اور مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونا شروع ہوں گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا، جس کے نتیجے میں یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور عیسائی دنیا عالم اسلام میں ضم ہو جائے گی۔ یہود و نصاریٰ کے بعد دنیا کی جو طاقتیں رہ جائیں گی، وہ مل کر اسلام کے اوپر حملہ آور ہوں گی۔ احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی فتنہ کا نام یاجوج ماجوج ہے۔ قرب قیامت سے پہلے یہ آخری معرکہ حق و باطل ہوگا۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہوگی، اس لئے کہ اُس وقت کے مسلمان واقعتاً اللہ کے دین کو قائم اور نافذ کرنے والے ہوں گے۔

حق و باطل کے معرکے کے حوالے سے سورۃ الانفال کی آیت 39 بہت اہم ہے۔ فرمایا گیا: ”(مسلمانو!) ان سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ و فساد بالکل ختم ہو جائے اور دین کُل کا کُل اللہ ہی کے لئے ہو جائے“۔ فتنہ و فساد کی اصلیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام میں چاہے انسانوں کو بڑے حقوق وغیرہ ملے ہوئے ہوں، لیکن وہ نظام اپنی اصل کے اعتبار سے فتنہ و فساد ہے۔ آج کی دنیا میں اس نظام کی حقیقت سامنے آ گئی ہے۔ اس وقت پوری دنیا کے لئے فتنہ و فساد کا باعث کون بن رہا ہے؟ جنگل کا قانون کس نے نافذ کیا ہوا ہے؟ اصول و ضوابط اور عدل و انصاف کی دھجیاں کون بکھیر رہا ہے؟ ظلم کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے والے کون ہیں؟ جب تک یہ فتنہ و فساد فرو نہیں ہو جاتا، نوع انسانی کے لئے امن، خیر اور عافیت نہیں آ سکتی۔ دنیا میں اگر کوئی نظام عدل و انصاف کا ضامن ہے تو وہ صرف اسلام کا ہے۔ چنانچہ اس فتنہ و فساد کے ختم ہونے اور اللہ کا پرچم سربلند ہونے تک حق و باطل کی یہ کشمکش ختم نہیں ہوگی۔ فتنہ یاجوج و ماجوج کے خاتمے کے بعد پھر وہ نقشہ ہوگا کہ پوری دنیا میں اللہ کا نظام ہوگا۔ ہر شخص کو اسلام کی بالادستی قبول کرنی پڑے گی، چاہے اپنی نجی زندگی میں وہ اللہ کو نہ مانتا ہو۔ اللہ کے کلمے کی سربلندی سے مراد یہ ہے کہ اجتماعی طور پر قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی۔ صحیح احادیث میں اس کی پیشین گوئیاں موجود ہیں لیکن ہم جس مقام پر کھڑے ہیں وہاں تو قربانیاں ہی قربانیاں، امتحانات ہی امتحانات ہیں!

سورۃ الکہف کی آیت 100 کے مطابق قیامت کے دن جہنم کافروں کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ کافروں کے بارے میں اگلی آیت کے اندر نہایت اہم وضاحت کر دی گئی کہ اصل کافر وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں غفلت کی زندگی گزاری۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو دانستہ فراموش کر کے دنیا کی حرص میں مگن رہے اور اسی کے لئے بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ اگر کسی نے انہیں ہدایت کا راستہ بتانا بھی چاہا تو اس کا استہزاء کیا۔ یہ تو اس آیت کی ایک تعبیر ہے، تاہم میں ایک دوسرے رخ اور زاویے سے بھی اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں جو کہ عقل اور دانش کی سطح پر ہے یعنی اللہ کے تصور، آخرت کے تصور اور روح کے تصور سے دانستہ طور پر اپنی نگاہیں بند کر لینا۔ یہ تین الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ آج کی دانش ”عقل تمام بولہب“ کے مصداق آج اسی بدترین گمراہی کا شکار ہو کر اس کائنات کی اصل اور عظیم ترین حقیقتوں کی منکر ہے۔

> **یہ نقطۂ نظر کہ اصل شے مادہ ہے اللہ نہیں، فکری سطح پر یہ شرک فی الصفات کی بدترین صورت ہے۔ اسی مادہ پرستی کا منطقی نتیجہ دنیا پرستی، دولت پرستی اور خود غرضی کی صورت میں ظاہر ہوا**

☆ کائنات کی عظیم ترین حقیقت ذات باری تعالیٰ ہے۔ قرآن کی رو سے زمین اور آسمان میں جو بھی شے ہے، وہ اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ ہر شے اپنے انداز سے اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ انسان چاہے زبان سے انکار

کررہا ہو اور ذہن سے اس تصور کو جھٹک رہا ہو لیکن اس کے وجود کا ہر خلیہ زبانِ حال سے اللہ کی ذات کی گواہی دے رہا ہے۔ وہ اللہ کے بنائے ہوئے نظام کا تابع ہے — لیکن آج کی دانش اس مصور کی ذات کو فراموش اور نظرانداز کر کے محض اس کی تصویر تک اپنی نگاہوں کو مرتکز رکھنا چاہتی ہے۔ اگر کوئی اللہ کی ذات کا ذکر کرے تو اسے دقیانوسی کہا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کے حوالوں سے بات کرنے والے شخص کو خردمندوں اور دانش مندوں کی صف سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اپنی عملی زندگی میں کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کا صاف انکار کر دینا۔

☆ انسان کے اپنے وجود کے اعتبار سے سب سے اہم اور اصل حقیقت روح ہے۔ قرآن میں اس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ آیا ہے۔ اسی حقیقت نے انسان کو اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائکہ بنایا ہے، لیکن آج کی عقلیت اور دانش میں روح کا ذکر کرنا بھی معیوب گردانا جاتا ہے۔ روح کی بات کرنے والا فاتر العقل قرار پاتا ہے۔ اصل توجہ جسم اور اس کے تقاضوں پر مرکوز ہے۔ روح کی نشوونما کا کوئی سامان نہیں۔

☆ انسان کے مستقبل، اس کے انجام کے اعتبار سے اصل اہمیت آخرت کی ہے۔ جب ہمیں کسی اور نے پیدا کیا ہے تو ہمیں اسی کی بات کو ماننا پڑے گا۔ وہ خالق ومالک بتا رہا ہے کہ اصل زندگی دارِ آخرت ہے جبکہ ہم یہ بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ آج کی دنیا میں کوئی آخرت کا ذکر کرے تو اسے خردمند، دانش مند، عقل مند قطعاً نہیں سمجھا جائے گا۔ جنت اور دوزخ کا ذکر غیر اہم ہو چکا ہے، جبکہ قرآن کے مطابق انسان کا اصل مسئلہ یہی ہے۔ ہمارا خالق ومالک تو یہ بتا رہا ہے کہ دنیوی زندگی انتہائی عارضی، ناپائیدار اور غیر یقینی ہے لیکن آج کی دانش صرف دنیا کی بات کرتی ہے۔ انسان کی سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی پر بحث کرتی ہے۔

چنانچہ درحقیقت یہ ہیں وہ لوگ جن کی آنکھیں اللہ کے ذکر سے پردے کی اوٹ میں ہیں۔ اس حوالے سے آج سب سے زیادہ متعصب اور تنگ نظر لوگ بھی دانشور حضرات ہیں جو قرآن وحدیث کی بات کو اہمیت نہیں دے رہے۔ کلامِ الٰہی کو ہرگز توجہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ لہٰذا اس آیت کے اندر مخفی حقیقت اور اصل کفر یہ ہے۔ ایسے لوگ اپنے وجود سے بھی غافل ہیں، کائنات کی سب سے بڑی حقیقت سے بھی غافل، اپنی حقیقت سے بھی غافل اور اپنے انجام سے بھی غافل ہیں۔ سورۃ الحشر کی آیت 19 میں فرمایا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”(اے مسلمانو!) ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، پھر اللہ نے انہیں خود اپنی ذات سے بھی غافل کر دیا“۔

وہ اپنے مقام کو ہی نہیں پہچان رہے۔ اصل زندگی کو بھول کر اس چند روزہ زندگی کو پکڑے بیٹھے ہیں اور اس میں کامیابی کو سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت 104 میں واضح کر دیا گیا کہ اپنے عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف دنیا کے لئے ٹوٹ کر محنت کی جبکہ آج ہم انہی لوگوں کو اپنا آئیڈیل بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ ہے وہ پیغام جو میں چاہتا ہوں کہ ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔

قرآن کا اصل پیغام یہی ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

سرپرستِ اعلیٰ: ڈاکٹر اسرار احمد

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری و عملی رہنمائی
☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علومِ اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم بشمول درسِ نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس روم
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور ڈائننگ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا موثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے یا
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالمِ دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک) میں نئے تعلیمی سال کے داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

☆ داخلے 10 شوال تک جاری رہیں گے
☆ 11 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو و اعلانِ نتائج
☆ 12 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ان شاء اللہ
☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن/ناظم حلقہ طلب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں۔

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

● کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 ڈیفنس، خیابانِ راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: (021)6340022-3
● پشاور: 18-A ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: (091) 2214495
● ملتان: قرآن اکیڈمی، 125 فیز (K) کالونی فون/فیکس: (061)6520451
● فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سینا کالونی نمبر 2۔ فون: (041)6520869
● اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: (051)4434438

برائے رابطہ: ناظم اعلیٰ کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج) 191-اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور فون: (042)35860024-35833637

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: (042)35869501-3 فیکس: (042)35834000 ای میل: irts@tanzeem.org

امیر تنظیم اسلامی کا پیغامِ عید الفطر رفقاء واحباب کے نام

ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! گزشتہ سال عید الفطر کے موقع پر اپنے پیغام میں میں نے عرض کیا تھا کہ امسال ہلالِ عید جن حالات میں طلوع ہوگا، اندیشہ ہے کہ وہ اہل پاکستان کے لیے شدید آزمائش اور پریشانیوں سے معمور ہوں گے۔ اسلام کو مٹانے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے امریکہ نے نائن الیون کے بعد پورے عالم کفر کے تعاون سے عالمِ اسلام کے خلاف آگ وخون کی جس ہولناک جنگ کا آغاز کیا ہے وہ آگ اب پورے طور پر پاکستان میں داخل ہو چکی ہے۔ میں دکھی دل کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ میرے اندیشے اور خدشات درست ثابت ہوئے، لہٰذا امسال ہم عید بدتر اور سنگین تر حالات میں گزاریں گے۔ میری رائے میں اس میں غیروں کی عیاری سے زیادہ اپنوں کی سادگی کا دخل ہے، بلکہ صحیح تر الفاظ میں اپنوں کی بے حسی، بے حمیتی، بزدلی اور دین سے بے وفائی نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا ہے کہ آج مسلمان کا خون مسلمان کے ہاتھوں بہہ رہا ہے۔ لیکن میرے دینی بھائیو! مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اب افغانستان سے ٹھنڈی ہوائیں آرہی ہیں جوان شاء اللہ پاکستان پر بھی ابرِ کرم بن کر برسیں گی اور یہاں بھی کفر والحاد کی قوتیں پسپائی پر مجبور ہوں گی (ان شاء اللہ)

جہاں تک عید الفطر کا تعلق ہے، یہ دن اصل میں ربّ کائنات کی جناب میں اُس کی دو عظیم نعمتوں پر شکر بجالانے اور باوقار انداز میں خوشی منانے کا دن ہے۔ ایک نعمت وہ جسے خود اللہ ربّ العزت نے اپنی رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ —— وہ قرآن جو سرتا سر ہدایت ہے، صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والا اس صراطِ مستقیم کی جو ہمارے لئے ابدی وحقیقی کامیابیوں اور حصولِ رضائے رب کی ضامن ہے —— اور دوسری نعمت ماہ رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کی توفیق کا ملنا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک اور قرآن حکیم کی برکت سے سال کے آئندہ گیارہ مہینوں میں ہمیں ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے اور جس سے اس کے حبیب نبی آخر الزمان ﷺ نے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا ہے —— اور ہر اس کام کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔ آخر میں امت مسلمہ کے ہر فرد سے ایک سوال کروں گا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام مغلوب ہو، اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول کی سرعام توہین کی جارہی ہو، شعائر اللہ کا استہزا کیا جارہا ہو اور اللہ مسلمانوں سے راضی ہو کہ مسلمان روزے رکھ رہے ہیں اور مساجد میں رونق ہوگئی ہے؟ پنج وقتہ نماز اور رمضان کے روزے تو ہمیں اپنے رب کی کبریائی قائم کرنے کے لیے قوت اور توانائی بخشتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت قرآن مجید میں اُن لوگوں سے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں جو کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا رفقاء تنظیم واحباب کے لیے میرا خصوصی پیغام ہے کہ ؏ ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو!!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ہمیں اپنے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد سمیت اپنی تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) —— اے ہمارے پروردگار! اس ہلالِ عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمت مسلمہ کے لئے امن وامان اور سلامتی واسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد وہدایت کا موجب بنادے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

احقر عاکف سعید عفی عنہ

عید الفطر کا پروگرام، ان شاء اللہ

باغِ جناح، لاہور میں نمازِ عید

وقت : 7-45 بجے صبح

خطبہ وامامتِ نماز : حافظ عاکف سعید

مختصر اردو خطاب : ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی

رفقاء واحباب سے ملاقات

مقام : مرکز تنظیم اسلامی، گڑھی شاہو، لاہور

تاریخ : 2 شوال 1430ھ

وقت : نماز عصر تا نماز عشاء

میزبان: امیر تنظیم اسلامی ومرکزی ناظمین، مع اہل خانہ

احتساب، صرف نعرہ نہ بن جائے

خواجہ مظہر نواز صدیقی

ملک بھر کے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر یہ بحث زوروں پر ہے کہ سابق صدر جنرل پرویز مشرف کا احتساب ہونا چاہیے یا نہیں......؟ جنرل (ر) پرویز مشرف کو آئین شکنی کے جرم میں سزا ملنی چاہیے یا نہیں......؟ پرویز مشرف کے خلاف آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت کارروائی ہونی چاہیے یا نہیں......؟ انہیں عدلیہ کو چھیڑنے، ایمرجنسی کے نفاذ، سانحہ لال مسجد اور نواز شریف کی منتخب حکومت کو گرانے کے جرم میں عدالت کے کٹہرے میں لاکھڑا کیا جانا چاہیے یا نہیں......؟ بحث رکنے، تھمنے اور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ پرویز مشرف کے حامی کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ پرویز مشرف ان دنوں لندن میں خود ساختہ جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ مختلف تعلیمی اداروں میں لیکچر دینے کے ساتھ اپنے خلاف ممکنہ کارروائی روکنے کے لیے خاصے سرگرم، متحرک اور فعال نظر آرہے ہیں۔ اس سلسلے میں سعودی عرب میں شاہ عبداللہ سے اُن کی حال ہی میں ہونے والی ملاقات خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔

گزشتہ دنوں کے اخبارات میں گیلپ پاکستان کا سروے بھی پڑھنے میں آیا۔ جس میں ملک بھر کے سیاسی وابستگیوں کے حامل افراد سے جب پوچھا گیا کہ سابق صدر پرویز مشرف کو ان کے غیر آئینی اقدامات پر سزا ملنی چاہیے یا نہیں......؟ تو 71 فی صد پاکستانیوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ پرویز مشرف کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔ ان حالات میں امریکہ، ایم کیو ایم اور موجودہ حکمران زرداری اینڈ کمپنی کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ پرویز مشرف کا ٹرائل نہ ہو۔ زرداری اینڈ کمپنی خود کو اس معاملے سے الگ تھلگ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ ہمارے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی تو اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد اپنے خطاب میں سابق صدر پرویز مشرف کو معافی دینے کا اعلان کر چکے ہیں۔ حالانکہ بے نظیر بھٹو کے سابق پروٹوکول آفیسر محمد اسلم نے لاہور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کردی ہے اور بے نظیر بھٹو کو قتل کرنے کے الزام میں جن گیارہ اہم ترین شخصیات کو نامزد کیا ہے ان میں سرفہرست نام سابق صدر پرویز مشرف کا ہے۔ درخواست گزار نے زرداری اینڈ کمپنی کے دو افراد رحمٰن ملک (وزیر داخلہ) اور ڈاکٹر بابر اعوان (وفاقی وزیر پارلیمانی امور) کو بھی نامزد کیا ہے۔ بے نظیر بھٹو کے سابق پروٹوکول آفیسر کی طرف سے درخواست دائر ہونے کے باوجود پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت پرویز مشرف کے احتساب کے معاملہ میں لاتعلق نظر آرہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی پرویز مشرف کے ٹرائل کے بارے میں کسی ان جانے خوف میں مبتلا ہیں۔

قوم کی یہ شدید خواہش ہے کہ تمام حکمرانوں کا ضرور احتساب ہونا چاہیے، جنہوں نے ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا، آئین کو مذاق بنایا، اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر آئین کو توڑا یا تبدیلی کرتے رہے۔ ان کا بھی احتساب ضروری ہے جنہوں نے قوم کے قیمتی اثاثوں کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچا اور اپنے من پسند افراد میں اداروں کی بندر بانٹ کی اور قوم کو لسانی، گروہی، مذہبی و صوبائی تعصبات کی آگ میں جھونکا۔ ایسے حکمرانوں کو بھی عدالتوں کے کٹہرے میں لایا جائے، جنہوں نے امریکی ڈالروں کے عوض محب وطن افراد کو امریکہ کے ہاتھ بیچا۔ کمیشن خوروں اور کرپشن کے میدان میں جھنڈے گاڑھنے اور قوم کو بے ایمانی کے ناسور میں ڈبونے والے افراد کا بھی بلاامتیاز احتساب ہونا چاہیے اور ہر صورت انہیں ان کے انجام تک پہنچایا جانا ضروری ہے۔

میاں محمد نواز شریف کی مسلم لیگ نے خدا خدا کر کے پرویز مشرف کے احتساب کا نعرہ تو بلند کیا ہے مگر وہ اپنے اس عزم میں کم زور دکھائی دے رہے ہیں۔ خاص طور پر جب سے سعودی عرب کی جانب سے مشرف کو بچانے کے لیے کوششوں کا آغاز ہوا ہے۔ نواز شریف سعودی حکمرانوں کو باور کرائیں کہ پرویز مشرف قومی مجرم ہے۔ اس کو کوئی فرد یا جماعت معاف نہیں کرسکتی۔ پاکستانی قوم پرویز مشرف کو عدالت کے کٹہرے میں دیکھنا چاہتی ہے۔ نواز شریف عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے بھرپور قانونی تیاری و مشاورت کے ساتھ 71 فیصد پاکستانیوں کی خواہش پوری کر کے مسیحا کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مسلم لیگ (ق) کا ایک گروپ اور ایم کیو ایم اپنے طور پر پرویز مشرف کو بچانے کے لیے میدان میں کود چکے ہیں۔ انہیں امریکہ اور فوج کی حمایت یقیناً حاصل ہے۔ میاں نواز شریف کے خلاف منصوبہ بندی پر عمل درآمد کے لیے بریگیڈیئر (ر) امتیاز نے انکشافات کی فیکٹری کھول دی ہے۔ میاں نواز شریف اگر سچے دل سے بے خوف ہو کر قوم کا درد محسوس کرتے ہوئے پرویز مشرف کے ٹرائل کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں اُمید ہے کہ انہیں جماعت اسلامی، تحریک انصاف اور شاید اے این پی کی حمایت و مدد حاصل ہو جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کوششیں بھرپور انداز میں شروع ہوتی ہے یا میاں نواز شریف کا خالی خوری انتخابی نعرہ بن جاتی ہیں۔ پرویز مشرف کو عدالت کے کٹہرے میں لانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ منتخب حکومتوں، اداروں، عوام کے قیمتی اثاثوں اور آئین کو مذاق بنانے والوں کو اپنی گھناؤنی اور غیر قانونی کارروائیوں سے پہلے سو بار سوچنا پڑے گا۔ پرویز مشرف کا احتساب پاکستانی عوام کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ اگر ہماری منتخب پارلیمنٹ اور عدلیہ اس میں اپنا موثر کردار ادا کریں تو اس احتساب کے ثمرات بہت سالوں تک محسوس کیے جاتے رہیں گے۔ موجودہ صورت حال میں میاں نواز شریف کو کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر، آگے قدم بڑھانے چاہئیں اور ہر حالت میں سابق صدر پرویز مشرف کا احتساب ہونا چاہیے۔

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے

قارئین ''ندائے خلافت'' کو

عید مبارک

اطلاع

عید الفطر کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفاتر بند رہیں گے لہٰذا ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ شائع نہ ہوگا (ادارہ)

لیلۃ مبارکۃ اور شب براءت

حافظ محمد مشتاق ربانی

قرآن فہمی کا بنیادی قاعدہ ہے: ''القرآن یفسر بعضہ بعضا'' قرآن حکیم کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن بطور وضاحت صرف ایک مثال پیش خدمت ہے جیسا کہ ہم ایک دعا مانگتے ہیں ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ﴾ (الفاتحہ) ''(اے اللہ) ہمیں سیدھے راستہ کی راہنمائی فرما ان لوگوں کے راستے کی جن پر تیرا انعام ہوا۔'' یہاں سوال پیدا ہوا کہ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ اس سوال کی وضاحت کے لیے ایک دوسرے مقام پر انعام یافتہ طبقات اور گروہوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ﴾ (النساء: 69) ''جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے روز اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا (یعنی) انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین۔''

اسی طرح قرآن حکیم میں فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ﴾ (الدخان: 3) ''بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔'' اس آیت میں وارد ''لیلۃ مبارکہ'' کے بارے میں دو قول منقول ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آتی ہے اور بعض کے نزدیک لیلۃ البراءۃ (شب براءت) جو شعبان المعظم کی پندرھویں شب ہے۔

حیرت ہے کہ جو حضرات اس سے شب براءت مراد لیتے ہیں، وہ کس بنیاد پر اپنی رائے قائم کرتے ہیں؟ حالانکہ واضح طور پر قرآن حکیم کے نزول کا مہینہ رمضان المبارک بتایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ: 185) ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔'' دوسری جگہ فرمایا گیا: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝﴾ (القدر: 1) ''ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔'' اور یہ سب جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں آتی ہے تو پھر وہ مفسرین لیلۃ مبارکہ سے شب براءت کیوں مراد لیتے ہیں جو کہ شعبان المعظم میں آتی ہے؟ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر القرآن العظیم (ج ۴، ص ۱۸۶) میں لیلۃ مبارکۃ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ومن قال انھا لیلۃ النصف من شعبان کما روی عن عکرمۃ فقد ابعد النجعۃ، فان نص القرآن انھا فی رمضان'' ''اور جو شخص یہ کہے کہ یہ شب نصف شعبان کی شب ہے جیسا کہ عکرمۃ سے روایت کی گئی ہے پس اس شخص نے راہِ حق سے اپنی نگاہ کو دور جا پھینکا۔ بلاشبہ قرآن شریف کی نص یہ باور کراتی ہے کہ وہ رمضان مبارک میں ہے۔''

اس لیلۃ مبارکۃ (لیلۃ القدر) میں تمام مبنی بر حکمت امور کی تقسیم ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝﴾ (الدخان: 4) ''اس رات میں تمام پُر حکمت امور کی تقسیم ہوتی ہے۔'' اس آیت کو اگر سورۃ القدر کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کو زمین سے متعلق تمام امور سے آگاہ فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ ۚ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۝﴾ (القدر: ۴) ''اس (رات) فرشتے اور روح (الامین) ہر کام کے (انتظام کے لیے) اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔'' سورۃ الدخان اور سورۃ القدر کے ان مقامات میں ایک لحاظ سے اور اشتراک ہے کہ سورۃ الدخان میں لیلۃ مبارکۃ کے سیاق وسباق میں ''امر حکیم'' (حکمت کے کام) کا ذکر ہے اور سورۃ القدر میں لیلۃ القدر کے تناظر میں ''امر سلام'' (سلامتی کے کام) کا ذکر آیا ہے۔

جہاں تک شب براءت کا تعلق ہے اس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے، البتہ احادیث نبویہؐ میں اس کی تفصیل موجود ہے اور ظاہر ہے وہ بھی ہمارے لیے حجت ہیں۔ اس بات میں وارد ہونے والی احادیث کئی طرح کی ہیں۔ جن میں بعض صحیح اور حسن ہیں۔ بعض باعتبار سند ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق اور متعدد روایات سے ان کو ایک طرح سے قوت حاصل ہو جاتی ہے اور بعض موضوع (من گھڑت) بھی ہیں جن کے بیان کرنے سے ہمیں احتراز کرنا چاہیے۔

شب براءت کے ذیل میں کتب احادیث میں وارد تمام احادیث اور علماء کرام کی طرف سے کی گئی ان کی شرح سے اس رات میں مندرجہ ذیل امور کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا کی جائے۔ شیخ ناصر الدین البانیؒ اپنی کتاب ''صحیح الترغیب والترھیب'' میں ''صحیح'' (وہ حدیث جس کی سند متصل ہو اور جو عادل وضابط راویوں سے منتقل ہوتے ہوئے اپنی انتہا تک پہنچ جائے، جس میں نہ شذوذ ہو اور نہ علت ہو) روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنی تمام مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔''

2۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجات پیش کی جائیں۔

3۔ نوافل، تلاوت قرآن اور ذکر واذکار کا اہتمام کیا جائے۔

4۔ اپنے دل کو ہر طرح کے بغض اور کینہ سے پاک رکھا جائے۔ اس بارے شیخ البانیؒ اپنی کتاب ''صحیح الجامع الصغیر'' میں ''حسن'' (وہ روایت جس کی سند متصل ہو، عادل راویوں سے مروی ہو، شذوذ اور علت سے پاک ہو، لیکن ایسے راوی بھی رکھتی ہو، جن کا حافظہ کچھ کمزور ہو) روایت کرتے ہیں کہ ''جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، پس تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں اور کافروں کو ڈھیل دیتے ہیں اور بغض رکھنے والوں کو ان کے بغض کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کو ترک کر دیں''۔ (یعنی جب تک وہ بغض اور کینہ ختم نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا)

5۔ جن سے کسی وجہ سے قطع تعلقی ہو چکی ہو، ان سے صلہ رحمی کی جائے اور آئندہ سے قطع تعلقی سے بچا جائے۔

شب براءت میں ہم بہت سے کام ایسے کرتے ہیں جو بخشش اور مغفرت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں، جیسے آتش بازی کرنا، جس میں لوگ لاکھوں روپے ضائع کر دیتے ہیں حالانکہ مال کو ضائع کرنا شیاطین کا کام ہے جیسے فرمایا: ''فضول خرچی نہ کرو، بیشک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں۔'' (الاسراء: 26، 27)

آخر میں عرض ہے کہ ہمیں کسی بات کو زبردستی سے قرآن حکیم سے ثابت نہیں کرنا چاہیے بلکہ جہاں سے جو بات ثابت ہو رہی ہو، وہی ماخذ پیش کرنا چاہیے جیسے بعض لوگ شب براءت کو سورۃ الدخان کی آیت: 3 سے بلاوجہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاں! احادیث نبویہ سے اسے پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ علمی ناانصافی ہے کہ ہم کسی ایسی بات کا حوالہ قرآن کی تفسیر سے دیں جو اس کی تفسیر سے نہ نکلتی ہو (لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ)

عید الفطر، اُمتِ مسلمہ کے لیے شکرانے کا دن

فرید اللہ خان مروت

عید کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بار بار'' آنا۔ چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار یعنی ہر برس آتا ہے۔ ''الفطر'' کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے عید الفطر اس عید کو کہتے ہیں جو فرزندانِ توحید رمضان المبارک کے روزے کا فرض ادا کرنے کی خوشی میں شوال کی پہلی تاریخ کو مناتے ہیں۔ گویا عید الفطر روزوں کی بخیر وخوبی تکمیل کی تقریب مسرت ہے۔ سیماب اکبر آبادی نے عید کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

ہنستی ہوئی صبح روزِ عید آئی ہے
لے کے نئے جذبات سعید آئی ہے
یہ خوشخبری روزہ داروں کے لیے
روزے جو گئے ان کی رسید آئی ہے

انسانی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم کے ہاں سال میں کچھ ایسے دن ملتے ہیں جو ان کے لیے مسرت وشادمانی کے دن ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنی عید کے لیے پہلے ہی سے تیاری کرتی ہے۔ اور پھر ان عید کے دنوں کو خاص اہتمام کے ساتھ مناتی ہے۔ یہودی دس محرم کو ''پشاخ'' مناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''شووش''، ''یوم کیوز'' اور ''سکوت'' وغیرہ اُن کے خوشی کے دن ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں ''کرسمس'' (میلادِ مسیح) اور ''ایسٹر'' جشن کے ایام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں بسنت، لوہڑی، اور ہولی ایام خوشی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حدیث میں عید کے دنوں کو ایامِ اکل وشرب یعنی کھانے پینے کے دنوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ عید سے مراد وہ دن ہے جس میں مسرت وشادمانی حاصل ہو۔

قرآن مجید میں عید کا ان الفاظ میں ذکر ہے:

﴿رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا﴾ (المائدہ:114)

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لیے وہ (دن) عید (خوشی) قرار پائے۔''

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کو سال کے دو دنوں میں (لہو ولعب) خوشیاں مناتے دیکھا۔ پوچھا: یہ کیسے دن ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں کھیل تماشا کرتے تھے۔ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیے ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر (ان دنوں میں تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت بیان کرکے دلوں کو سکون دو اور آپس میں میل ملاقات اور ایک دوسرے کو تحفے تحائف سے خوشیاں حاصل کرو) (رواہ ابوداؤد)

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تہواروں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر مسلم عید منانے کے لیے ہر قسم کے دنیاوی ساز وسامان، شراب وکباب، نغمہ وسرود، عیش وعشرت سے دل کو عارضی سکون پہنچاتے ہیں اور اس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد سمجھتے ہیں۔ جب کہ مسلمان اس کے برعکس ہر جشن اور خوشی اپنے مولا ومالک کی رضا اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مناتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے عید کا دن اللہ کے اس عظیم احسان پر کہ انہیں اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب ملی اور ملتِ ابراہیمی کا پیروکار اور امام الانبیاء کے اُمتی ہونے کا شرف ملا، شکرانے کا دن ہے۔ چنانچہ وہ نماز عید ادا کر کے اجتماعی طور پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کے دین کو سربلند رکھنے کا عہد کرتے ہیں۔

عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے عام بخشش کا اعلان ہوتا ہے۔ مسلمان ماہِ رمضان پورا مہینہ روزے رکھ کر، نماز تراویح ادا کر کے اور اللہ کے گھروں میں اعتکاف بیٹھ کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اپنے خالق ومالک کو خوش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، پورے تیس دن عبادت میں گزار کر یکم شوال کو اللہ کے سامنے اکٹھے ہوتے ہیں، عبادتوں کے قبولیت کی دعا کرتے ہیں، اپنی کوتاہیوں پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرکے ان پر انعامات کی بارش فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ایسے دس لاکھ گناہ گاروں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو (اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے) جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ پھر جب رمضان کا آخری دن آتا ہے، اس دن اللہ پورے رمضان میں جتنے لوگوں کو معافی مل چکی ہوتی ہے، اتنے ہی گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے۔ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو (مسلمانوں کے) تمام شہروں میں بھیج دیتے ہیں۔ وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جن اور انسان کے سوا ساری مخلوق سن سکتی ہے۔ محمد ﷺ کی اُمت کے لوگو! اپنے گھروں سے نکلو اور اس رب کے سامنے حاضر ہو جاؤ جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں اس بندۂ مزدور کا کیا حق بنتا ہے جو اپنا کام پورا کر لے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، یا اللہ اس کا حق یہ بنتا ہے کہ اسے اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا ومغفرت عطا کر دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں سے) فرماتے ہیں، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم، آج کے اس اجتماع میں تم اپنی آخرت کے لیے جو کچھ مانگو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے، اس میں تمہاری مصلحت کو مدنظر رکھ کر پورا کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کو معاف کرتا رہوں گا۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں کفار کے سامنے تمہیں رسوا نہیں کروں گا۔ اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔'' (رواہ البیہقی)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا، اُس دن جس دن سب دل مُردہ ہوں گے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

عید الفطر تشکر اور خوشی کا دن ہے۔ اس لیے اس دن اچھا کھانا پکانے اور اچھا لباس پہننے اور غرباء ومساکین کی امداد کرنے کا حکم ہے۔ عید کے دن صاحب نصاب صدقۂ فطر

بھی ادا کریں جو اُن پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کی روزی کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (یاد رہے صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جانا چاہیے) (رواہ ابوداؤد)

ایک مرتبہ عید کے دن آپؐ گھر سے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا جو نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بچوں نے سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا۔ کچھ آگے تشریف لے گئے تو وہاں ایک بچے کو اُداس بیٹھے دیکھا۔ آپؐ اس کے قریب رُک گئے اور پوچھا تمہیں کیا ہوا کہ اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟ اس نے روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے محبوب، میں یتیم ہوں، میرا باپ نہیں ہے جو میرے لیے کپڑے لا دیتا، میری ماں نہیں ہے جو مجھے نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی۔ اس لیے میں یہاں اکیلا اداس بیٹھا ہوں۔ آپؐ اسے لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا: اس بچے کو نہلا دو۔ اتنے میں آپؐ نے اپنی مبارک چادر کے دو ٹکڑے کر دیے۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا۔ پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی۔ جب وہ بچہ تیار ہو کر آپؐ کے ساتھ چلنے لگا تو آپؐ نے نیچے بیٹھ کر اسے اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔ گلی میں کھیلتے بچوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ حسرت سے کہنے لگے، کاش! ہم بھی یتیم ہوتے؟ آج ہمیں بھی آپؐ کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہوتا۔ جب مسجد میں تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: آج تم زمین پر نہیں بیٹھو گے۔ آپؐ نے بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ”جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت سے اس کی سر پر ہاتھ پھیرے گا، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دے گا“۔ مزید فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا۔ جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مشکل دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں اسے سختی سے دور فرمائے گا۔“

ہمیں بھی چاہیے کہ خوشی کے ان لمحات میں اپنے اڑوس پڑوس میں غریبوں، بیواؤں، ناداروں اور یتیموں کو اپنی خوشی میں شامل کریں۔ انہی حقوق کی رعایت و پاسداری کو مثالی معاشرت کہتے ہیں۔

عید کے دن کی سنتیں

عید کے دن کی تیرہ سنتیں ہیں:

1۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا
2۔ شرع کے مطابق اپنی آرائش کرنا
3۔ غسل کرنا
4۔ مسواک کرنا
5۔ حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہننا (نئے کپڑے ضروری نہیں، موجود کپڑوں میں جو اچھے ہوں)
6۔ خوشبو لگانا
7۔ عیدگاہ جلدی جانا
8۔ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا
9۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا
10۔ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا۔
11۔ ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
12۔ عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ آہستہ ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر و للہِ الحمد“ کہتے ہوئے جانا۔
13۔ سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا (نور الایضاح)

عید الفطر کے تقاضے

رمضان المبارک کا مہینہ انسان کے تزکیہ نفس کا مہینہ ہے۔ رمضان میں ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے صبح سے لے کر شام تک اپنا منہ بند رکھتے ہیں اور اپنی آنکھیں، کان اور دماغ کو لغو باتوں سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا رمضان کا مہینہ ایک ریفریشر کورس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے احکامات کی پیروی کرتا ہے اور حقیقی معنوں میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتا ہے، وہ عید کی حقیقی خوشیوں کا حقدار ہے۔ اللہ نے ہمیں رمضان کی صورت میں ریفریشر کورس کروا کر ہم پر احسان کیا۔ اور رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دی اور عید الفطر کی شکل میں ہمیں خوشی کا دن نصیب کیا۔

ہم نے اگر عید کا مقصد فقط نئے کپڑے پہننا، ملنا جلنا، عیاشی کرنا، فضول خرچی کرنا اور آوارہ گردی کرنا بنا لیا ہے تو یہ مسلمانوں کی عید الفطر نہیں بلکہ غیر مسلموں جیسا کوئی تہوار ہوگا۔ جس طرح غیر مسلموں کے ہاں عید کو محض دُنیاوی لذتوں کا حصول اور اس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھنا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مناسب حد تک عید کے دن خوشی کے اظہار کی بھی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس عید کے دن انصار کی بچیاں دف بجا کر کچھ اشعار گا رہی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے لیکن آپؐ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے اور انہوں نے ان بچیوں کو منع کیا تو آپؐ نے فرمایا! اے ابوبکر انہیں گانے دو، ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید ہے۔ اس طرح عید کے دن کچھ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، یا آپؐ نے خود فرمایا کیا تو تماشہ دیکھنا چاہتی ہے؟ تو میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا میرا منہ آپ ﷺ کے کان مبارک کے قریب تھا، آپؐ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ (حبشیوں کا لقب) اکھیلو کھیلو، یہاں تک کہ جب میں اُکتا گئی تو آپؐ نے فرمایا بس؟ تو میں نے کہا جی ہاں آپؐ نے فرمایا تو چلی جا۔“

اگر ہم عید کے دن اپنا احتساب کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے اکثر نوجوان عید کے دن ایسی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں گویا رمضان المبارک کے خاتمے پر انہوں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ اور غیر مسلموں کو یہ دکھاتے ہیں گویا ہم رمضان المبارک کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔ حقیقی مسلمان تو رمضان المبارک کے خاتمہ پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ آج وہ ماہِ مبارک اختتام پذیر ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی تھیں۔ ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک عطا فرماتا تھا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک کے بعد بھی گیارہ مہینے اپنے ان معمولات کو جاری رکھیں اور اپنے پروردگار کو راضی رکھیں۔

عید کے دن نبی کریم ﷺ کی دعا

”اے اللہ! ہم آپ سے پاک صاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت طلب کرتے ہیں۔ خدایا ہمارا لوٹنا (عید کی نماز سے) رسوائی اور فضیحت کا نہ ہو۔ خدایا ہمیں اچانک ہلاک نہ کرنا اور نہ اچانک پکڑنا اور نہ ایسا کرنا کہ ہم حق ادا کرنے اور وصیت کرنے سے بھی رہ جائیں۔ خدایا! ہم تجھ سے حرام اور سوال سے بچنے، عفت، بقا، ہدایت اور دین و دنیا میں انجام کی بہتری طلب کرتے ہیں اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں، شک سے، نفاق سے یعنی انتشار اور جدا جدا ہونے سے۔ دین کے کاموں میں ریاکاری اور دکھاوے سے۔ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل ہدایت کے بعد ٹیڑھے نہ کرنا اور ہمیں اپنی خاص رحمت عطا فرمانا، بے شک تو بہت کچھ دینے والا ہے۔“ (رواہ طبرانی)

"مبنی بر انصاف جنگ" کے نام پر

صلیبیوں کی جدوجہد افغانستان اور عراق پر حملہ تک محدود نہیں

ترجمہ: محمد نعیم

Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade

کا قسط وار اُردو ترجمہ

دُنیا سمجھتی ہے کہ افغانستان اور عراق کی جنگ ایک مقدس قدر کی پامالی ہے۔ عام طور پر جنگ کرنا تو درکنار اس کے متعلق سوچنا بھی غیر اخلاقی خیال کیا جاتا ہے اور کیتھولک حلقوں میں تو یہ اور بھی زیادہ حساس معاملہ ہے۔ لیکن یہاں معاملہ اور ہے۔ مذہبی زعماء بش کے حفظ ماتقدم (pre-emptive) ڈاکٹرائین کے لئے پورا جواز فراہم کرتے ہیں۔ بش کا ایک ہمراز کیتھولک امریکن نیو کانز کا سرغنہ جارج ویگل جس کے پاپائے روم کے گھرانے کی ایک بااثر شخصیت جے ایم بارورے سے قریبی تعلقات ہیں، تو کسی یو این او اور انٹرنیشنل کمیونٹی کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے ایک مضمون (2003) "The Catholic Difference" میں لکھتا ہے: "چونکہ یہ جنگ مبنی بر انصاف ہے، لہٰذا اس کے لیے سیکیورٹی کونسل کی پیشگی اجازت ناگزیر نہیں۔" افغانستان اور عراق پر بزورِ قوت قبضہ کے لیے راہ ہموار کرنے کی خاطر ویگل یہ منطق پیش کرتا ہے کہ "قومی ریاستوں" کی "خود مختاری" کو جو روایتی تحفظ حاصل ہے، اس کے خلاف زور زبردستی کے کسی اقدام سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ ریاستیں بین الاقوامی اقدار کے متعلق ضابطہ اخلاق کے کم سے کم معیار پر پوری نہیں اُترتیں اور ان کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان ضوابط کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔

11 ستمبر 2001ء کے فوراً بعد جن ساٹھ امریکیوں نے "امریکہ سے ایک خط" نامی یادداشت پر دستخط کئے، ان میں نواک، ویگل اور میری این گلینڈن جیسی معروف کیتھولک شخصیات شامل تھیں۔ یہی لوگ فوکویاما اور ہنٹنگٹن جیسے اہلِ قلم کی طرف سے افغانستان پر حملہ کے جواز کے "فتوئ" میں پورے طور پر ہمنوا تھے۔ از سر نو متعارف کردہ "Just war" (مبنی بر انصاف جنگ) کا عیسائی اقوال "انصاف پر مبنی قبضہ" "انصاف پر مبنی اذیتیں" "انصاف پر مبنی سفید فاسفورس کا استعمال" "انصاف پر مبنی استعمال شدہ یورینیم کا استعمال" "انصاف پر مبنی طالبان کی لاشوں کو جلانے کا عمل" اور "انصاف پر مبنی قتل عام" کی شکل میں آج بھی جاری و ساری ہے۔

21ویں صدی کی پہلے سے طے شدہ صلیبی جنگ کے متعلق یہ اہل قلم یہ موقف رکھتے ہیں کہ "مبنی بر انصاف جنگ" کا تصور مذہبی اور سیکولر ہر دو حوالوں سے ایک گہرا اخلاقی جواز رکھتا ہے۔ جبکہ اس تصور کے مخالف بعض دوسرے لوگ یہ اصرار کرتے ہیں کہ جنگ صرف اور صرف ذاتی مفادات اور ذاتی ضرورت کے حوالہ سے ایک معاملہ ہے اور اس کا اخلاقی پہلو کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ویگل کہتا ہے ہمارا اس بات سے اتفاق نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دُنیا کو جن مصائب کا سامنا ہے اُن کی وجہ دراصل تصوراتی دُنیا میں وہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش پر اصرار ہے، جس کا حصول حقائق کی دُنیا میں ممکن دکھائی نہیں دیتا۔ ہمارے اس عہد کے صلیبیوں کا یہی ایجنڈا ہے، اور اسی لیے ہر طرف فساد برپا ہے۔ اپنے اس ایجنڈے کی تکمیل کے لیے وہ میڈیا، علمی ذرائع اور سیاسی محاذ کو مؤثر طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

> ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک برائے نام سیکولر نظام سے ایک کھلے مذہبی نظام حکومت میں تبدیل ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی میں بش کے مذہب کے حوالے سے اقدامات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

"مبنی بر انصاف جنگ (just war)" کے نام پر صلیبیوں کی جدوجہد افغانستان اور اس کے بعد عراق پر حملہ تک محدود نہیں رہی بلکہ وہ وحشیوں کے اتحاد میں زیادہ سے زیادہ ممالک کو شامل کرنے کے لیے بھی کوشاں ہیں۔ میلان کی کیتھولک یونیورسٹی میں جیو پالیٹکس کے اُستاد وٹوری ای پرسی اپنی تازہ تصنیف The inevitable Allaince: Europe & The United States beyond Iraq. یورپ اور امریکہ کے اتحاد کی تائید کے ضمن میں لکھتا ہے: "تمام ممالک کی برابری کا فلسفہ" ایک ایسا افسانہ ہے جسے کوئی ثبات حاصل نہیں۔" دراصل اسی فکر کے تحت طالبان کے خلاف سخت پابندیاں عائد کی گئیں۔ ان کی حکومت تسلیم نہیں کی گئی۔ جن صلیبیوں کو اُن کے خلاف اُبھارا گیا تھا، ان کی طاقت، منصوبہ بندی اور ہمہ گیر ارادوں کا انہیں (طالبان) کوئی ادراک نہیں ہو سکتا تھا۔ صلیبیوں کے مذہبی ایمپائر کے خواب تقریباً پورے ہو چکے ہیں اور وہ دُنیا کو بظاہر ایک عیسائی دُنیا میں تبدیل کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ جم ولیس ایونجیلیکل کرسچن میگزین "Sojourners" میں اپنے ایک مضمون "Dangerous Religion: George w Bush,stheology of Empire" میں لکھتا ہے: "بش کا فلسفہ مذہب بائبل کی تعلیمات کی روشنی میں جانچا جانا چاہیے کہ آیا یہ اصل میں عیسائیت سے متعلق ہے یا محض امریکہ سے؟ کیا اس سے ایک "عالم خداوندی" (God,s world) کا تصور اُبھرتا ہے یا یہ حقیقت واقعی کی طرف گامزن دُنیا کو ایک "امریکی قومیت" والی دُنیا میں بدلنے کی کوشش ہے؟ تمام نقشہ میں ایک ڈرامائی تبدیلی اس وقت رونما ہوگئی جب صدر جارج ڈبلیو بش نے امریکی اقتدار کو غالب کرنے کی تحریک میں "خدا" کو بھی ملا لیا۔ کسی قوم کا دُنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنا ایک بات ہے جبکہ یہ دعویٰ کرنا کہ اس کی فوج اور خارجہ پالیسی کی کامیابی مذہبی جذبہ سے سرشار مشن کے طفیل ہے، اور بات ہے۔ صدر بش یہی دعویٰ کرتا ہے، بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ اس کی صدارت بالکل اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے، اس وقت کے لیے جو اس (صدارت) کے لیے موزوں وقت ہے۔"

دوہرا معیار ملاحظہ کیجئے، عراق اور افغانستان کے لیے ایسے آئین مرتب کرنے کی منظم کوششیں کی جارہی ہیں جس میں اسلام کو صرف ذاتی زندگیوں تک محدود رکھا جائے اور اجتماعی زندگی سے اسے دور رکھا جائے۔ اس کے بالکل برعکس ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بش انتظامیہ کے تحت مذہبی محاذ نے اپنی ایمپائر قائم کر رکھی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک برائے نام سیکولر نظام سے ایک کھلے مذہبی نظام حکومت میں تبدیل ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی میں بش کے مذہب کے حوالے سے اقدامات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور ان اقدامات سے مستقبل میں مسلم ممالک کے تعلق سے امریکی پالیسیوں کے بارے میں بعض سنجیدہ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

بل برکوویز کا تجزیہ "ملائیت کی طرف بے ڈھنگی چال" (Slouching Towards Theocracy) امریکی حکومت کی ایک "مذہبی سپر پاور" میں تبدیلی پر ایک بھرپور منظر نامہ پیش کر رہا ہے۔ اپنے سٹیٹ آف دی یونین خطاب میں بُش نے کانگریس کو یاد دہانی کرائی کہ مذہبی بنیادوں پر اُستوار اس کی تجاویز کو ایک مستقل حیثیت دی جائے، تاکہ اس کی بدولت مذہبی تنظیم کو گورنمنٹ کنٹریکٹس اور گرانٹس میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ مل سکے۔ "چرچ اینڈ سٹیٹ" کے شمارہ مارچ 2004ء کی رپورٹ کے مطابق جم ٹوری نے (جسے مذہبی زار کی حیثیت حاصل ہے) رپورٹرز کے سامنے اعلان کے موقع پر بتایا کہ چالیس بلین ڈالر کی خطیر رقم اب مذہبی عطیات کے طور پر دستیاب ہے۔ جبکہ افغانستان اور پاکستان میں قائم تابع مہمل حکومتوں پر مذہبی اداروں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ وہائٹ ہاؤس کے پریس ریلیز اور ویب سائٹ کے مطابق مذہبی گروہ 65 بلین ڈالر سے زیادہ مہیا کردہ رقم کے لیے مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سٹیٹ کے زیر اہتمام چلنے والے دیگر پروگراموں سے بھی رقم کے لیے درخواستیں دی جا سکتی ہیں۔ اس ضمن میں بُش کے دستخط شدہ ایک ایگزیکٹو آرڈر کا متن یکم جون 2004ء کو شائع کر دیا گیا۔ 22 ستمبر 2003ء کو وہائٹ ہاؤس سے نئے قوانین کا اجراء ہوا، جن کی رو سے 28 بلین ڈالر کی رقم مذہبی فنڈ میں "تبدیلی و اشاعتِ مذہب" جیسے اُمور پر خرچ کرنے کے لیے مہیا کی گئی۔ اس فنڈ میں سے ایک بلین ڈالر کی وصولی کے لیے سادہ ترین معیار مقرر کیا گیا ہے اور وہ ہے صدارتی امیدوار کے طور پر بُش کی حمایت کرنا۔ "دی اٹلانٹک" میگزین کے اکتوبر 2002ء کے شمارے میں عیسائیت کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے بھاری بھر کوششوں سے مذہبی ایمپائر کے پھلنے پھولنے کا پتہ چلتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جدید صلیبی جنگ کا مذہبی محاذ اندرون اور بیرون ملک کتنی فعالیت دکھا رہا ہے۔

مسلم اکثریتی ممالک کے خلاف امریکہ کی قیادت میں ہونے والی وحشیانہ کارروائیاں بنیادی طور پر نہ تیل کے لیے ہیں اور نہ جمہوریت کے لیے بلکہ یہ کارروائیاں عیسائی انتہا پسندی کے ساتھ جڑی ہوئی تیل مافیا اور نیوکانز کی حریصانہ مہم جوئیوں کی وجہ سے کی جا رہی ہیں۔ اسلام کو عمومی طور پر اور طالبان کو خصوصی طور پر بدنام کرنے کے پیچھے کارفرما مذہبی جذبہ کے مطالعہ ہی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے، تاہم عام طور پر بڑی ہوش اور امن پسند انسان بھی سمجھتا ہے کہ یہ تیل ہی کے لیے جنگ ہے اور تیل کے ذخائر ختم ہونے پر ہی یہ اختتام پذیر ہوگی۔ حقیقت یہی ہے کہ نائن الیون جیسا اندوہناک واقعہ (اندرونِ ملک) اور خوفناک فوجی مہم جوئی (بیرونِ ملک) کبھی بھی تیل اور پائپ لائن کے لیے نہیں ہو سکتیں، جب تک اس کے پیچھے مذہبی جذبہ کارفرما نہ ہو۔ اور ہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ساری دنیا "مہذب" امریکیوں کو نائن الیون کے تعلق سے جھوٹے بہانے کرتے دیکھ رہی ہے۔ اُن کے ان جھوٹے اور بے بنیاد دعووں کے پیچھے بھی مذہبی جذبہ کارفرما ہے۔ مذہبی جذبہ کے بغیر کسی ایک بھی انسان کو اتنے بڑے جھوٹ پر آمادہ کرنا ناممکن ہے، جس پر بُش انتظامیہ مسلسل کاربند رہی ہے، اس لیے تاکہ دُنیا کو طالبان کے متعلق بدگمان کیا جا سکے، یا عراق میں لاکھوں لوگوں کو بھوک سے یا اذیتیں دے دے کر مروایا جا سکے۔

ظاہر ہے کہ اندرونی طور پر ایک سخت گیر اور خارجی طور پر ایک مختارِ مطلق پالیسی وضع کرنے میں انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں میں آخری اور وسیع تر صلیبی جذبہ ہی ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے خصوصاً جب یہ "صلیبی وار لارڈز" میڈیا، علمی ذرائع، قومی حکومتوں اور مسلح افواج کو "خدائی مقاصد" کے لیے استعمال کا طریقہ کار خوب جانتے ہوں۔

اکیسویں صدی کی صلیبی جنگ کے پیچھے افراد اور اداروں دونوں کے بیانات اور اعمال ریکارڈ پر ہیں۔ تازہ ترین مثال یو ایس ایڈ کے ہونے والے ڈپٹی ڈائریکٹر پال بون سیلی ہیں، جو بیرونی دُنیا میں جمہوریت اور "اچھی حکمرانی" کے متعلق اُمور کے نگران ہوں گے۔ انتظامیہ کے لیے اس شخص کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ وہ رورل ورجینیا میں نئی پیٹرک ہنری کالج میں اکیڈمک اُمور کے ڈین ہیں، اس ادارے کا ماٹو ہے: "For Christ and Liberty" (عیسیٰ اور آزادی کے لیے) اس بنیاد پرست ادارے کے 300 طلبہ 10 حصوں پر مشتمل ایک ایسی دستاویز پر دستخط کرتے ہیں، جس میں اور باتوں کے علاوہ ایک "بیانِ عقیدہ" Statement of Faith بھی ہے، جس کی رو سے وہ تمام لوگ جو عیسیٰ (عیسائیت کے حلقہ سے) سے باہر مرجاتے ہیں، وہ دوزخ میں دائمی عذاب سے دوچار کیے جائیں گے۔ ولیم فشر جو مڈل ایسٹ، افریقہ، لاطینی امریکہ اور ایشیا میں اقتصادی ترقی کے پروگراموں کا انچارج رہا ہے، حیرانی کے ساتھ لکھتا ہے کہ "یو ایس ایڈ" کے یہ پروگرام جن مسلمانوں کے لیے عراق اور مڈل ایسٹ بھر میں چلائے جائیں گے، اُن کا اس مذہبی عقیدہ (یعنی وہ تمام لوگ جو عیسیٰ (عیسائیت کے حلقہ) سے باہر رہیں گے دوزخ میں دائمی عذاب سے دوچار ہوں گے) کے متعلق ردِعمل کیا ہوگا؟

عیسائیوں کے لیے مسلمانوں کے ساتھ شادیوں پر ویٹی کن کی طرف سے تنبیہ اور سیاسی اور فوجی زعماء کے خیالات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ رویہ مسلمانوں اور مسلم اکثریتی ملکوں کے خلاف ناجائز مہم جوئی کی حوصلہ افزائی میں معاون ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر کسی قوم کے "عقیدہ" یا اس عقیدہ کے پیروکاروں پر "برائی" اور "دُشمن" کے لیبل لگا دیے جائیں تو عوام الناس اس قوم پر ناجائز طور پر ہونے والی زیادتیوں اور مظالم سے بھی اندھے بہرے ہوجاتے ہیں۔ کسی قوم پر طالبان کا لیبل لگا کر ان کا بے تحاشا قتل اور ان کی لاشوں کو جلانے کا عمل مغربی پریس کے لیے کوئی خبر نہیں بنتی۔ اسی طرح امریکی سپاہیوں کا ابوغریب جیسے جدید عقوبت خانے میں اپنے مزعومہ دشمنوں کو خونخوار کتوں کے پنجروں میں ڈالنے کی ظالمانہ حرکت پر کسی کو ان ظالموں کے خلاف کوئی غصہ نہیں آتا، جنھوں نے ایسے سنگین جرائم کے ارتکاب کے لیے حالات کو موافق بنایا ہے۔ یہ ناقابل تردید مثالیں واضح کرتی ہیں کہ افغانستان پر حملہ اور قبضہ کے پیچھے اصل جذبہ محرکہ مذہبی تھا، جو انسانیت کے خلاف مزید گھناؤنے جرائم جاری رکھنے کا سبب بن رہا ہے۔ مذہبی جذبہ پر استوار میڈیا، علمی ذرائع اور فوج کا ایک انجانا خوف اور مسلمانوں اور ان کی ثقافت سے بدترین نفرت دو ایسے عوامل ہیں جو غیر مسلموں کو مسلم اکثریتی قوموں کے خلاف طویل جنگوں پر آمادہ کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کے عملی طور پر 57 ریاستوں میں منقسم ہونے سے جدید صلیبی جنگیں زیادہ ممکن العمل ہوچکی ہیں، کیونکہ ان کو باری باری اُٹھا کر ایک ایک کر کے ختم کرنا آسان ہے اور ابتداء اس قوم (افغانستان) سے کی گئی جو قرآن کو اپنا آئین بنانے پر تلی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

جو لوگ از منہ وسطیٰ کی تاریخ سے واقف ہیں وہ بُش، پاؤل اور بوئے کن (Boykin) کے عراق

> ماضی کے صلیبی موجودہ صلیبیوں کے مقابلہ میں اخلاقی لحاظ سے بہتر تھے۔ اُن میں صاف گوئی کی صفت تھی۔ اسلام کے خلاف اپنی جارحیت کے جواز کے لیے انھوں نے کبھی بھی جھوٹی کہانیاں گھڑنے کی کوشش نہیں کی

وافغانستان میں جاری جنگوں کے متعلق بیانات سے صحیح طور پر سمجھتے ہیں کہ یہ جنگیں ماضی کی صلیبی جنگوں سے کچھ بھی مختلف نہیں۔ وہ صلیبی جنگیں بھی اسلام کے خلاف عیسائیت کی شروع کردہ تھیں اور کسی بھی لحاظ سے مدافعانہ جنگیں نہیں تھیں، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ہاں، ماضی کے صلیبی موجودہ صلیبیوں کے مقابلہ میں اخلاقی لحاظ سے بہتر تھے۔ اُن میں صاف گوئی کی صفت تھیں۔ اسلام کے خلاف اپنی جارحیت کے جواز کے لیے انھوں نے کبھی بھی جھوٹی کہانیاں گھڑنے کی کوشش نہیں کی۔

جنسی زیادتیوں کے مرتکب امریکی وحشی سپاہی صلیبیوں ہی کی بے حس اذیت ناکیوں کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ جنرل بوئے کن اور اس کے ساتھیوں کا افغانستان اور عراق میں اذیت ناکیوں کے عمل سے عملی تعلق رہا ہے۔ تفتیشی صحافی سیمور ہرش کے مطابق "جنرل بوئے کن نے خود ایسی ملٹری پالیسی مرتب کی تھی جو مسلم قیدیوں کے خلاف اذیتی حربوں کے استعمال میں مد ثابت ہو رہی تھی۔" اسلام کے خلاف عیسائیت کی جنگ سے متعلقہ یہ ایک بنیادی فکر ہے کہ اذیت رسانی اور تذلیلی حربوں کے ذریعے قیدیوں کو ذہنی طور پر مفلوج کیا جائے اور یہ کام جنرل بوئے کن نے خوب کر دیا۔ "نیویارکر" میگزین میں سیمور ہرش کی ایک تازہ رپورٹ کی ابتدا کچھ اس طرح ہے: ابوغریب جیل سکینڈل چند مجرمانہ رجحانات کے حامل ریزورسٹ (سپاہیوں) کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اس کا تعلق رمزفیلڈ کے گزشتہ سال کے اس فیصلہ سے ہے، جس میں القاعدہ پر فوکس کرنے اور قیدیوں سے تفتیش کے لئے ایک نہایت خفیہ آپریشن کے لیے کہا گیا تھا۔ اس کے اس فیصلے سے امریکی انٹیلی جنس سے منسلک لوگوں میں ایک بد مزگی پیدا ہوئی، ایلیٹ کمبیٹ یونٹس کی کارکردگی متاثر ہوئی اور دہشت گردی کے اخلاف امریکی جنگ کو زک اٹھانا پڑی جس اخلاقی جواز کا اتنا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے۔ اسے اس تناظر میں پرکھا جانا چاہیے۔ جدید صلیبی جنگ کے سرخیل بش اور بلیئر (لگتا ہے) یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ان کا مقصد "نیک" ہے، لہٰذا اس کے لیے جو بھی حربے استعمال کیے جائیں، سب "نیکی" ہی ہوگی۔ چنانچہ ان کی نظر میں کیمیائی ہتھیاروں کے ذریعے شہریوں کا قتل عام تو صرف ضمنی نقصان (Collateral damage) ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ کسی ایسے دشمن کے خلاف جس سے کوئی خطرہ لاحق ہونے کا امکان ہی نہ ہو، جھوٹ بول بول کر جنگی معرکہ برپا کر کے جارحیت کا ارتکاب کرنا ان کے نزدیک نہ ظالمانہ فعل ہے اور نہ بزدلانہ حرکت، بلکہ (الٹا) یہ ان کی نظر میں "برائی" کے خلاف طاقت کا اظہار ہے۔ (جاری ہے)

یومِ دفاع اور قرآن

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

"یومِ دفاع" منانے والوں نے کبھی اس حوالے سے بھی سوچا کہ دفاعِ پاکستان کا قرآن سے بھی کوئی تعلق ہے؟ قرآن اس سلسلے میں ہمیں کیا ہدایات دیتا ہے اور یہ کہ ان ہدایات پر عمل کرنے سے پاکستان ایسا ناقابلِ تسخیر قلعہ بن سکتا ہے جس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی دشمن کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ کوئی تکوینی فیصلہ تھا یا دشمنوں کی رحم دلی اور مسلمانوں کے جذبات کا احساس کہ انہوں نے اس مملکت کے اعلانِ آزادی کے لیے ماہِ مبارک کی ستائیسویں شب کا انتخاب کیا جو "لا الٰہ الا اللہ" کی بنیاد پر قائم ہونے جا رہی تھی۔ نہ ہمیں ہندو بنیے سے اس رحم دلی اور احساس کی توقع رکھنی چاہیے اور نہ ہی انگریز جیسے شاطر اور سفاک دشمن سے۔ ہمیں تو یہ سراسر تکوینی فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی آزادی کا اعلان اس مقدس شب میں ہوا جسے شب نزولِ قرآن ہونے کی سعادت حاصل ہے اور اس میں اس کی طرف اشارہ تھا کہ دنیا کے نقشے پر وجود میں آنے والی اس نئی مملکت کا دستور قرآنی ہدایات پر مشتمل ہوگا۔ اگر ایسا کیا جاتا تو نہ یہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہوتا اور نہ ہی اس کے باشندے صوبائیت اور لسانیت کی بنیاد پر تقسیم در تقسیم کا شکار ہوتے۔ اگر یوم آزادی 14 اگست کی بجائے شبِ قدر کو منایا جاتا تو یہ تکوینی سبق تازہ ہوتا رہتا مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا اور ہم نے رمضان المبارک کی بجائے اگست میں آزادی کی تقریبات منانا زیادہ مناسب سمجھا۔

قرآن کریم کی وہ آیات، جو دفاع کو مضبوط بنانے سے تعلق رکھتی ہیں اور جن پر عمل کرنے سے مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں، یوں تو بے شمار ہیں لیکن سرِدست ہم سورۃ الانفال کی تین آیات میں مذکور چھ ہدایات کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ یہ آیات غزوۂ بدر کے پس منظر میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ وہ غزوہ تھا جس نے تاریخ اسلام میں حاصل ہونے والی تمام فتوحات کی بنیاد رکھی تھی۔

● ان ہدایات میں سے پہلی ہدایت ثابت قدمی کے بارے میں ہے۔ کسی بھی جنگ میں کامیابی کے لیے ثباتِ قلب بھی ضروری ہے اور ثباتِ قدم بھی، بلکہ انسان کو ثابت قدمی بھی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا دل اور اعصاب پختہ ہوں۔ اعصاب کی جنگ میں پختگی دکھانے والا تیر و تلوار اور گولہ و بارود کی جنگ میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک موقع پر دشمن کے مقابلے کا انتظار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپؐ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! دشمن سے ٹکراؤ کی آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور اگر ٹکراؤ ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔" مؤمن کی ثابت قدمی کسی بھی حالت میں فائدے سے خالی نہیں۔ اسے شہادت حاصل ہو یا فتح اور کامیابی، دونوں صورتوں میں اللہ سے اجر و ثواب کی اُمید ہے۔

چھ ستمبر کو افواج پاکستان نے بھی ثابت قدمی ہی کی بنیاد پر اپنے سے کئی گنا بھارتی افواج کو شکست دی تھی ورنہ انہیں تو اپنی مادی طاقت، عسکری ہنرمندی، تزویراتی سازش اور عیاری و مکاری پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے عہد کر لیا تھا کہ دوپہر کا کھانا لاہور سے پہلے نہیں کھائیں گے اور ان کے کمانڈر انچیف جنرل چودھری نے اپنے اربابِ حکومت کو یقین دلایا تھا کہ شام جمخانہ کلب لاہور میں شراب کا دور چلائیں گے۔

● "اللہ کا ذکر کثرت سے کرو"۔ ذکرِ الٰہی مؤمن کے لیے روحانی غذا اور ایسا مضبوط ہتھیار ہے جو اس کے دشمنوں کے پاس نہیں ہے۔ سچا مؤمن کسی بھی وقت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی وہ غفلت کا شکار نہیں ہوتا۔ ذکر الٰہی سے آسمانی مدد حاصل ہوتی ہے اور قدم مضبوط ہو جاتے ہیں۔

● "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔" جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں بجا لانا اور جن

سے منع کیا گیا ہے ان سے رُک جانا مسلمان کی پہچان ہے۔ وہ صرف عقائد اور عبادات ہی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اس کا دائرہ اطاعت بہت وسیع ہے۔ میدانِ جنگ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ حالتِ جنگ میں اطاعت کی یوں تو کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، لیکن ان میں سے اہم ترین صورت امیر کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ امیر کا حکم اللہ اور اس کے پیغمبر نے دیا ہے۔ اس کے بغیر جنگ میں کامیابی محال ہے۔ کیسے کہا جائے کہ آج نہ ہمارا ایسا کوئی امیر ہے جو امارت و سیادت کی شرائط پر پورا اُترتا ہو اور نہ ہی اطاعت کا جذبہ ہے۔ نتیجہ واضح ہے۔ ہم ایسے ریوڑ کی شکل اختیار کر چکے ہیں جس کا کوئی چرواہا نہیں جب کہ ہمارے چاروں طرف بھوکے اور خوفناک بھیڑیے پھر رہے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم اپنے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہیں۔ یوں لگتا ہے ہم سرِ راہ رکھا ہوا چراغ ہیں جسے کوئی جب چاہے پھونک مار کر بجھا سکتا ہے یا نشیب میں بکھری ہوئی ریت ہیں جسے پانی کا معمولی سا ریلا بہا لے جا سکتا ہے۔

''آپس میں جھگڑا نہ کیا کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔ حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلاف کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی ہے۔ یہاں اس اختلاف سے منع کیا گیا ہے جو نفس پرستی پر مبنی ہو اور جو اُمت کی وحدت کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ ویسے تو ہر گروہ اپنی خواہشات کو اُصول پرستی کے خوبصورت پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کی حقیقت زیادہ دیر چھپی نہیں رہ سکتی۔ ماضی قریب اور ماضی بعید میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان باہمی اختلافات ہی نے پہنچایا ہے۔ اگر یہ اختلافات نہ ہوتے تو مسلمان آج کی سپر پاور ہوتے۔ حرص و ہوس، قیادت و سیادت، وطنیت اور لسانیت، شخصیت پرستی اور گھٹیا اغراض پر مبنی ان اختلافات نے مسلمانوں کو ایسی چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کر دیا ہے جو ٹوٹ پھوٹ تو سکتی ہیں مگر آپس میں جڑ نہیں سکتیں۔ صحابہ کرام ؓ کی طاقت و ہیبت کا راز نہ سونے چاندی کے انبار میں پوشیدہ تھا، نہ معدنیات اور پٹرول کے ذخائر میں، بلکہ صرف ایمان اور اتحاد میں یہ راز پوشیدہ تھا۔ ان میں باہم اختلافات بھی ہوئے۔ قتل و قتال تک بھی نوبت پہنچی لیکن دشمن کے مقابلے میں وہ سب ایک تھے۔ اگر خانہ جنگیوں کے بعد ان میں سے کوئی رومیوں سے مدد لیتا اور کوئی ایرانیوں سے تعاون کا خواستگار ہوتا تو دوسری صدی کے آغاز سے پہلے ہی وہ تتر بتر ہو چکے ہوتے، مگر وہ خوب سمجھتے تھے کہ ان کا حقیقی دشمن کون ہے اور عارضی اختلافات کس کے ساتھ ہیں؟ حقیقی دشمن کے ساتھ قلبی دوستی تو دور کی بات ہے، انہوں نے اسے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا۔ دوسری جانب ہم ہیں جو عارضی اور سطحی اختلافات کو ہوا بنا کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، جب کہ حقیقی دشمن کو سینے سے لگانے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ اس کی جنگ کو ہم اپنی جنگ سمجھتے ہیں اور اس کے مفادات ہمارے اپنے مفادات شمار ہوتے ہیں۔ اظہارِ وفا کے لیے ہم اپنوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

''اور صبر کرو'' جنگ اقدامی ہو یا دفاعی، بچوں کا کھیل نہیں۔ اس میں بمباری ہوتی ہے، خون بہتا ہے، لاشیں گرتی اور بستیاں اجڑتی ہیں۔ کوئی ایسا فرد اور جماعت جنگ میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی جس کے اندر صبر کی صفت نہ ہو۔ صبر بے بسی اور بزدلی کا نام نہیں یہ تو بہت بڑی روحانی اور اخلاقی طاقت ہے۔ کمزور آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے۔ مناسب حالات کا انتظار کرنا، کامیابی کے لیے بھرپور کوشش کرنا اور میدان گرم ہو جانے کی صورت میں ڈٹ جانا یہ سب صبر کے مفہوم میں شامل ہے۔ دشمن سے مسلمانوں کا مقابلہ صرف گولہ بارود برسانے میں نہیں ہوتا، صبر کرنے میں بھی ہوتا ہے۔ انہیں یہ چیز ہرگز نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ کے دشمن صبر کرنے میں اللہ پر ایمان رکھنے والوں سے سبقت نہ لے جائیں۔

چھٹی ہدایت جو مسلمانوں کو دی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو مشرکین کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ مشرکین کا ہر ہر قدم کبر و غرور، نمود و نمائش اور ظاہری وسائل کے اعتماد پر مبنی ہوتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے دامن میں توکل و اخلاص اور تواضع و انکساری جیسی صفات ہونی چاہئیں۔

یہ وہ چھ قرآنی آیات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف مسلمان اپنا کامیاب دفاع بلکہ مؤثر اقدام بھی کر سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا کے علاوہ بھی قرآن میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں آیات ہیں جنہیں پیشِ نظر رکھنے اور اپنی عملی زندگی کا حصہ بنانے سے مسلمانوں کا دفاع مضبوط سے مضبوط تر ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ مشہور آیت جس میں حکم دیا گیا ہے۔

''جہاں تک ممکن ہو، کفار کے ساتھ مقابلے کے لیے جنگی سامان اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جن سے تمہارا رعب اور خوف اللہ کے دشمنوں، اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ ایسے دشمنوں پر قائم رہے گا جنہیں تم نہیں جانتے، مگر اللہ انہیں جانتا ہے۔'' (الانفال:60)

(بشکریہ ہفت روزہ ''ضربِ مومن'')

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے

بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبۂ تدریس کے زیرِ اہتمام

12 اکتوبر 2009ء سے

فہم دین کورس

موڈیول۔ I

کا آغاز ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)

مضامین

☆ تجوید و قراءت ☆ مطالعۂ حدیث

☆ عربی گرامر: دروس اللغۃ العربیۃ (الجزء الاول) ☆ دینی موضوعات پر لیکچرز

دورانیہ: 3 ماہ ...... **اوقاتِ تدریس:** مغرب تا عشاء (سوموار تا جمعرات)

داخلے کے خواہش مند حضرات

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور پُر کر کے 12 اکتوبر 2009ء تک وہیں جمع کرا دیں

فون: 3-35869501، ای میل: Email:irts@tanzeem.org

اُسرہ مالاکنڈ کے زیرِ اہتمام دعوتی پروگرام کی رپورٹ

اُسرہ مالاکنڈ، تنظیم اسلامی تمرگرہ (ضلع دیر حلقہ سرحد شمالی) کے تحت ایک فعال اُسرہ ہے۔ اسرہ کے تحت 9 اگست 2009ء کو ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں رفقاء سمیت بارہ احباب نے بڑے ذوق و شوق سے شرکت کی۔ یہ نشست ایک مقامی مسجد میں منعقد ہوئی، جو صبح ساڑھے آٹھ تا ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ احباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔ جس کے بعد وہ اپنے گھروں کو رخصت ہوگئے۔

اس پروگرام میں مقامی ناظم دعوت جناب فیض الرحمان نے منفرد انداز میں فرائض دینی کا جامع تصور اور منہج انقلاب نبوی ﷺ پیش کیا، جسے پورے دورانیہ میں رفقاء اور احباب نے بڑی دلجمعی سے سنا۔ تمام احباب نوجوان اور تعلیم یافتہ تھے۔ اُنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے ہمیں دین کی دعوت اس انداز میں نہیں پہنچی۔

اس کے بعد اُسرہ کے ساتھ الگ میٹنگ ہوئی، جس میں حلقہ قرآنی کا جائزہ لیا گیا اور رفقاء پر واضح کیا کہ چونکہ ہماری دعوت قرآن مجید پر مبنی ہے، اس لیے حلقہ قرآنی قائم کر کے اس پیغام کو آسانی کے ساتھ وقفے وقفے سے پہنچایا جاسکتا ہے اور اس میں احباب کو لاکر دین کی دعوت دی جاسکتی ہے، جس پر انہوں نے ہفتہ وار درس قرآن کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت بخشے اور مزید کے لیے ہمت و استقامت دے۔ (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیرِ اہتمام شب بیداری

15 اگست 2009ء کو حلقہ سرحد شمالی کی شب بیداری ہوئی جو دو حوالوں سے منفرد تھی: ایک تو حالات کی کشیدگی کی وجہ سے کئی مہینوں کے بعد رفقاء ایک دوسرے سے ملے اور دوسرے یہ عام شب بیداریوں سے اس اعتبار سے بھی مختلف تھی کہ صرف رفقاء، نقباء اور ذمہ داران کے لیے تھی، جب کہ اس سے پہلے اس میں احباب کے لیے نشست بھی رکھی جاتی تھی۔

بعد از نماز عصر امیر حلقہ نے رفقاء کو خوش آمدید کہا اور ان کی آمد پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور انہیں ہر قسم کے نامساعد حالات میں بھی اپنے مشن پر کاربند رہنے کی نصیحت کی۔ درس قرآن جناب فیض الرحمان نے دیا۔ انہوں نے سورہ عنکبوت کے پہلے رکوع کے حوالے سے رفقاء پر زور دیا کہ وہ صبر و مصابرت سے کام لیں اور سخت حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں۔ اُن کے موثر درس سے رفقاء کے حوصلے بڑھے۔

نماز مغرب کے بعد اُسروں میں حلقہ قرآنی کا جائزہ لیا گیا، اور مجموعی طور پر محسوس کیا گیا کہ کام تسلی بخش طور پر جاری ہے، جن اُسروں میں تاحال مشکلات ہیں، ناظم دعوت نے اُن کو نوٹ کیا۔ نماز عشاء کے بعد اُسرہ کے تربیتی اجتماع کے نظام العمل کے مطابق انعقاد کے حوالے سے معتمد حلقہ شاہ وارث نے گفتگو کی۔ انہوں نے دونوں اجتماعات یعنی حلقہ قرآنی اور تربیتی اجتماع کے پورے نصاب کو ترتیب وار رفقاء کے سامنے واضح کیا۔

اس کے بعد مقامی تنظیم کے امیر کا رول راقم الحروف نے پیش کیا۔ ساتھیوں کو بتایا گیا کہ توسیع دعوت کے سلسلے میں مقامی تنظیم وہاں پیغام پہنچانے کی کوشش کرے، جہاں نہ اُسرہ ہے اور نہ رفیق۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے اس پہلے حصہ کا اختتام ہوا۔ (واضح ہو کہ یہاں لوگ اب بھی پُرانے وقت کے مطابق معمولات انجام دے رہے ہیں، صرف سرکاری دفاتر میں نئے وقت کا استعمال ہے۔)

نماز فجر کے بعد امیر مقامی تنظیم بی بیوڑ (ضلع دیر) جناب ممتاز بخت نے سورۃ الکہف کے حوالے سے موثر درس دیا، جس کا موضوع بھی آزمائش و ابتلاء میں ثابت قدمی تھا۔ اس کے

بعد ششماہی رپورٹ کے حوالے سے رفقاء کو یاد دلایا گیا کہ اس سے رفقاء کی تربیت کرنی مقصود ہے، لہٰذا جہاں کمی کوتاہی محسوس ہو اس کو خود بھی دور کرنے کی کوشش کریں اور جب حلقہ یا مرکز کی طرف سے نشاندہی ہو جائے تو اس پر بھی بھرپور توجہ دیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ہم نے اپنے قول و فعل سے معاشرے کو عملی نمونہ دکھانا ہے۔ اس پروگرام میں مدرسین حضرات سے تجوید کا ٹیسٹ لینا بھی طے تھا۔ چنانچہ باری باری ہر مدرس نے قاری امیر رحمانی کے سامنے قراءت کی اور قاری صاحب نے اپنی رائے کے ساتھ ٹیسٹ رزلٹ امیر حلقہ کو پیش کیا۔ انہوں نے یہ تجویز دی کہ مدرسین حضرات تجوید کے لیے تین دن نکالیں، تاکہ تصحیح ہو سکے۔ ناشتہ کے بعد رفقاء گھروں کو رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت بخشے۔ آمین (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

رمضان المبارک کے موقع پر مکتبہ خدام القرآن لاہور کی خصوصی پیشکش

بیان القرآن CDs

2-CDs میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح

MP3

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

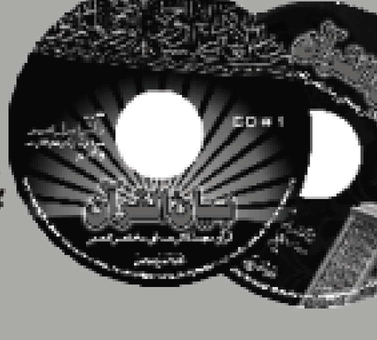

صرف 20 روپے میں

رمضان المبارک اور عید الفطر کے موقع پر "اپنوں" کو بیان القرآن CDs کا بہترین تحفہ دیجیے

ڈاک خرچ 30 روپے ہے۔
لہٰذا بذریعہ ڈاک منگوانے والے حضرات کُل 50 روپے ارسال کریں

نوٹ: یہ پیشکش صرف عید الفطر تک ہے (اسٹاک محدود ہے)۔ بذریعہ VPP ارسال نہیں کی جائے گی۔

قرآن اکیڈمی، 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501 (92-42)
ای میل: maktaba@tanzeem.org

has been no improvement whatever in the appalling conditions under which most Afghans live. Perhaps that was news to them, but it is not news to any Afghan, nor to anyone who knows the region well. Despite the billions of dollars that have poured into Afghanistan since 2001 (which has promptly poured straight out again), no help has been given to the poor there. Actually the condition of the poor has got much worse since 2001, which is why, contrary to yet more dishonest statements by our officials, a great many Afghans support the Taliban. The only reliable experience Afghans have had of most NATO powers is that they break their promises (under Mullah Omar, the Taliban did not break their promises). So why should the NATO powers ever be trusted? And the plight of poor Afghan women (outside of the privileged families located mainly in Kabul) has also got worse since the Taliban were overthrown (hard as this may be for us liberals to believe). But did we not invade to liberate them? John Simpson, two days ago, was honest enough to say that had the money spent on the Afghan war been spent on the poor, there would be no war there. At last we see a glimmer of truth in the self-serving, meticulously disseminated, 'fog' of war. The fog exists in Europe and America, not in Afghanistan. The Afghans have a perfectly clear, close-up, view of what we are up to: and what they see is not pretty. They must think foreigners are all fools or liars.

When challenged on the failure of the NATO powers to do anything to help ordinary Afghans, the usual response from officials in the NATO countries is that the Taliban always prevent developmental projects from being implemented. They call it 'the security situation'. But the claim is another lie. There are huge areas of Afghanistan suffering the agonies, deformities, diseases and deaths caused by poverty, but those areas are untroubled by the Taliban. Nevertheless, they have not seen a dime since 2001. These areas are free from the troublesome Taliban, so anyone could visit them safely and confirm the truth of what I have just said, and so prove that what British and American officials are saying is false; but few do.

Western officials talk little of the fact that when the Taliban were in power from 1996 to 2001 opium production in Helmand was eliminated completely. Newspapers allege, repeatedly, that the Taliban are financing themselves with sales of heroin. The western media's favourite estimate of the profit made by the Taliban from heroin sales is $100 million a year. First question: how do they know? Second question: which Taliban make this money? The so-called Taliban no longer have a unified command (we saw to that). There are at least fourteen different groups being called 'Taliban'. Is the dope trade run like a welfare state, with fair shares for all? NATO officials are probably the source of most claims about the drug trade in Afghanistan. Can they be trusted? I don't think so. Simultaneously with claims that the drug trade is run by the 'Taliban', we are told that it is run by Karzai's 'war lords'. But Karzai is America's man. So could it be that the drug trade is financing America's men (as it did during the Vietnam war and during the illegal, American-run, Contra war against the elected Sandanista government of Nicaragua)? In any case, can these commentators have it both ways? Is the drug trade financing both sides? Maybe, maybe not. None of these obvious and reasonable questions is ever asked in public in Britain. Why not? Is the British public content to be told highly improbable stories?

Oh, how tiresome it is to be misinformed routinely by the country's supposed leaders and by lazy journalists. And what hope is there for countries in which the electorate tolerate, as their leaders, people who only ever seem to lie.

ضرورت رشتہ

مغل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، دراز قد، الیکٹریکل انجینئر، برسر روزگار کے لیے نیک سیرت، دراز قد اور معقول تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-6424387

دعائے مغفرت کی اپیل

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلس شوریٰ کے رکن ملک مختار احمد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے

تنظیم اسلامی اسلام آباد شرقی کے مبتدی رفیق جناب آصف خان کی دادی اماں وفات پا گئیں

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

Taliban and the bogey of terrorism

On Newsnight (Aug 20) while being interviewed by Gaven Esler, the US general incharge of the Afghan war, David Petraeus, said that the war was "not a war of choice". He was echoing President Obama, Gordon Brown, British military officials and others. We in Britain are told constantly that NATO forces have to be there to prevent Afghanistan from becoming a training ground for terrorist attacks on our own soil. The implication is that we are killing Afghans (in their tens of thousands) to stop Britons at home from being killed (in their tens, or, at worst, in their hundreds). The claim that we are in Afghanistan to keep terrorists off our streets is false; our presence there increases the threat of terrorism here. But its falsity is not news; no thoughtful person believes that the NATO forces are there for that reason. But what no one in the NATO countries asks publically is the question they should ask: even if the claim that we are in Afghanistan to prevent terrorism on our soil were true, would such a policy be justifiable on any coherent moral grounds? Is it right to kill thousands of people in their own homes to stave off a threat to just a fraction of that number in our own homes? Even if it worked, would it be a morally justifiable policy? We the British don't ask this question, but I am quite sure Afghans do.

Afghanistan has not been an important planning area for any attacks on western countries and the Taliban have shown no inclination to conduct war against NATO countries outside Afghanistan (so far, but we seem to be doing our best to change their practices). They are freedom-fighters who want us out of their country. Would we be killing them if there were no oil and gas around the Caspian sea?

General Petraeus said that the attacks on the World Trade Centre in 2001 were planned in Afghanistan. This remark is disingenuous. Osama bin Laden may have been in Afghanistan at the time of the attacks, but had he been in Washington, New York, London, Paris or Hamburg, his whereabouts would have made no difference to the outcome. The perpetrators of the 9/11 attacks resided in Germany, Egypt and Saudi Arabia, and were trained (in part) in flying schools set up (some allege, for this very purpose) by the CIA in Florida, US.

Gordon Brown said two days ago that 75 per cent of the terrorist attacks planned against Britain so far have been planned in Afghanistan or Pakistan. Another dishonest statement. Mr Brown has no idea what terrorist attacks on Britain have been planned so he cannot know what percentage were planned in Afghanistan or Pakistan. The most he can ever claim to know is what percent of the terrorist attacks planned, and known to our intelligence services, originated from one of those two countries. How many such plans does he know about? Is it 75 per cent of one, two, three, or four plans? How many were there? We are not told and we don't ask. Why are our journalists so lazy as to allow these fraudulent justifications for the war in Afghanistan to go unchallenged?

And what about the convenient disjunction in the claims of our officials -- that the terrorist plots were planned in Afghanistan or in Pakistan? Well, which country was it? Does Brown think we don't care? If none were planned in Afghanistan, then what relevance have those plans to our presence there? For the existence of any such plans to afford us grounds for killing thousands of Afghans in their own country, it would have to be shown (minimally) that such plots could never be hatched elsewhere. Clearly that cannot be shown. So, even if such plans might have exited, or might occur in future, their existence, or possible existence, offer no grounds for our belligerent presence in Afghanistan; any more than their known past occurrence in Britain, France, Germany, Egypt, Saudi Arabia and America would justify the mass killing of the nationals of those countries by anyone's armed forces. Would the Taliban be justified in bombing London just because our politicians are aggressive, dishonest, opportunists?

Over the last few days, two honest British journalists have at last mentioned that during the eight years of our presence in Afghanistan, there

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

Boost Calcium

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

Calcium

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

Folic Acid

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Sweetened WITH ASPARTAME

Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate..........1000 mg
- Calcium carbonate..........327 mg
- Vitamin C..........500 mg
- Folic Acid..........1 mg
- Vitamin B12..........250 µg

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion

M-1000/DMU/04-08